اِیمان کے اَرکان

پروفیسر محمد خالد خان

انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 www.Nayaab.Net

فہرست مضامین

	عناوین	صفحہ نمبر
پہلا رکن:	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا	08
دوسرا رکن:	فرشتوں پر ایمان لانا	32
تیسرا رکن:	کتابوں پر ایمان لانا	44
چوتھا رُکن:	رسولوں پر ایمان لانا	55
پانچواں رُکن:	آخرت پر ایمان لانا	81
چھٹا رُکن:	تقدیر پر ایمان لانا	110

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِیمان کے اَرکان

ایمان کے اَرکان یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا
- اس کے فرشتوں پر
- اس کی کتابوں پر
- قیامت کے دن پر
- اور اچھی و بری تقدیر پر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۷۷]

"درحقیقت نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اور قیامت کے دن پر، اور فرشتوں پر، اور کتابوں پر، اور تمام نبیوں پر"

اور فرمایا:

﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْهِ مِن رَبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُونَ کُلٌّ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهٖ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَإِلَیْکَ الْمَصِیرُ ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۸۵]

"رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مؤمن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں

کرتے، اور کہتے ہیں کہ اے رب! ہم نے تیرا ارشاد سن لیا اور مان لیا، اے ہمارے رب! ہمیں تیری بخشش چاہئے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَـٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [سورة البقرة: ۴۹]

''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا فرمایا ہے''

اور نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(الإيمان أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره) [مسلم شريف]

''ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور اچھی و بری تقدیر پر''

ایمان کی تعریف

ایمان یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اقرار کرنا، دل کے ساتھ اعتقاد رکھنا اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنا، ایمان نیکی کرنے سے زیادہ ہو جاتا ہے اور نافرمانی کرنے سے اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَـٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۞ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنَـٰهُمْ يُنفِقُونَ ۞ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَـٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ [سورة الأنفال: ۲ ـ ۴]

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان

کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آئتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آئتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہی لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش اور عزت کی روزی ہے"

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلًا بَعِيدًا﴾ [سورة النساء: ١٣٦]

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کو نہ مانے تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا"

زبان کے ساتھ ایمان

کبھی ایمان زبان کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ ذکر کرنا، دعا کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے وغیرہ۔

دل کے ساتھ ایمان

اور ایمان دل کے ساتھ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رب، معبود (ہونے میں) اور اس کے اسماء وصفات میں اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اسی طرح ایمان کی تعریف میں دل کے یہ اعمال بھی شامل ہیں:

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا، اسی سے ڈرنا، اسی کی طرف رجوع کرنا اور اسی پر توکل کرنا وغیرہ۔

اعضاء کے ساتھ ایمان

ایمان کے ضمن میں اعضاء کے اعمال بھی شامل ہیں، جیسا کہ نماز، روزہ، اسلام کے بقیہ ارکان، جہاد فی سبیل اللہ اور علم کا حاصل کرنا وغیرہ۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمٰنًا ﴾ [سورة الأنفال: ۲]

''اور جب اللہ تعالی کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں''

اور فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قلوب المؤمنين ليزدادوا إيمنا مع إيمانهم ﴾ [سورة الفتح: ۴]

''وہی ہے وہ ذات جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون ڈال دیا تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں''

جب کبھی بندے کی اطاعت وفرمانبرداری اور اللہ تعالی کے تقرب حاصل کرنے والے اعمال میں اضافہ ہوگا تو ایمان بڑھ جائے گا اور اگر ان اعمال میں کمی ہوگی تو ایمان بھی کم ہو جائے گا، جیسا کہ نافرمانیاں بھی اس میں اثر انداز ہوتی ہیں۔

اگر یہ نافرمانی بڑا شرک یا بڑا کفر ہے تو یہ شرعی ایمان کی بنیاد کو ہی توڑ دیتی اور ختم کر دیتی ہے، اور اگر یہ نافرمانی اس سے چھوٹے درجے کی ہے تو یہ ایمان کے ضروری کمال کو ختم کر دیتی ہے، یا اس کے خالص وصافی ہونے کو گدلا کر دیتی اور اسے کمزور بنا دیتی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ [سورة النساء: ۴۸]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرماتے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے''

اور فرمایا:

﴿يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد إسلامهم﴾ [سورة التوبة: ۷۴]

''یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا، حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو چکے ہیں''

اور نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن) [بخاری ومسلم]

''زنا کرنے والا زنا نہیں کرتا، جب وہ زنا کرتا ہے اس حال میں کہ وہ ایماندار ہو، اور چوری کرنے والا نہیں چوری کرتا، جب وہ چوری کرتا ہے اس حال میں کہ وہ ایماندار ہو اور شراب پینے والا نہیں شراب پیتا، جب وہ شراپ پیتا ہے اس حال میں کہ وہ ایماندار ہو''

پہلا رکن

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

ا۔ایمان باللہ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا مندرجہ ذیل چیزوں پر اعتقاد رکھنے کا نام ہے:

نمبر ا۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اس کائنات کا ایک ہی رب ہے، وہ اکیلا ہی اسے پیدا کرنے والا ہے، وہی اس کا مالک ہے، وہی اس کی تدبیر کرنے والا ہے، اور وہی اس کائنات کے معاملات میں تصرف کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے، اندازہ لگانے والا ہے، کام کرنے والا ہے، زندہ کرنے والا ہے، مارنے والا ہے، اور وہی نفع ونقصان کا مالک ہے اس کے سوا کوئی رب (پروردگار) نہیں، وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے، اور جس چیز کا ارادہ کرلے اسی کا فیصلہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ذلیل کردیتا ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، وہ دوسروں سے بے پرواہ ہے، ہر قسم کا حکم اسی کیلئے ہے، ہر قسم کی بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کے معاملہ پر کوئی غلبہ رکھنے والا ہے، بلکہ تمام مخلوقات فرشتے اور انس وجن سب اسی کے غلام اور بندے ہیں، یہ سب اس کی بادشاہت، طاقت اور اس کے ارادے سے باہر نہیں نکل سکتے، وہ ایک پاک ذات ہے۔

اس کے افعال (کام) اعداد وشمار سے باہر ہیں، یہ تمام خصوصیات صرف اسی کا حق ہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ان چیزوں کا اس کے سوا اور کوئی حق دار نہیں، ان چیزوں کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا یا ان میں سے کسی چیز کا اثبات

اس کے سوا کسی اور کیلئے کرنا قطعاً جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یأیها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ٭ الذی جعل لکم الأرض فراشا والسماء بناء وأنزل من السماء ماء فأخرج به من الثمرات رزقا لکم﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۱، ۲۲]

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اورتم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا، امید ہے کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کرکے تمہیں روزی عنایت کی''

اور فرمایا:

﴿قل اللهم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر إنک علی کل شیء قدیر﴾ [سورۃ آل عمران: ۲۶]

''آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے''

اور فرمایا:

﴿وما من دآبة فی الأرض إلا علی الله رزقها ویعلم مستقرها ومستودعها کل فی کتاب مبین﴾ [سورۃ هود: ٦]

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے''

اور فرمایا:

﴿ألا لـه الـخـلـق والأمـر تبـارك الله رب العلمين﴾ [سورة الأعراف: ۵۴]

''یاد رکھو! اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے''

نمبر۲۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ، تمام اچھے ناموں سے موسوم ہونے اور کامل صفات سے متصف ہونے میں یکتا ہے، وہ نام اور صفات جن میں سے بعض کی وضاحت وتعریف اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اپنی کتاب (قرآن مجید) اور خاتم النبیین محمد صلی علیہ والہ وسلم کی سنت (حدیث پاک) میں فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولله الأسـمـاء الـحسـنـى فـادعوه بها وذروا الذين يلحدون في أسمائه سيجزون ما كانوا يعملون﴾ [سورة الأعراف: ۱۸۰]

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی''

اور نبی مکرم محمد صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(إن لله تسـعة وتسـعيـن اسـمـا، من أحصاها دخل الجنة، وهو وتر

یحب الوتر) [بخاری ومسلم]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو کوئی انہیں شمار کرے گا جنت میں داخل ہوگا، اور وہ (اللہ تعالیٰ) طاق ہے طاق ہی کو پسند فرماتا ہے“

اور یہ (مذکورہ) اعتقاد دو بڑی بنیادوں پر قائم ہے:

ا۔اللہ تعالیٰ کیلئے ہی اچھے نام اور بلند صفات ہیں جو کہ اس کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں، نہ اس کا کوئی ہم مثل ہے اور نہ ہی کائنات میں سے اس کا کوئی شریک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ”الحی“ (زندہ رہنے والا) ہے اور اسی کیلئے صفتِ ”حیات“ ہے جس کے بارے میں ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کیلئے اسی کامل طریقے پر ثابت کیا جائے جس کا وہ مستحق ہے، اور یہ زندگی کامل، ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے کہ جس میں کمال کی تمام اقسام علم اور قدرت وغیرہ موجود ہیں، اور یہ ایسی زندگی ہے جو شروع سے ہے اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اللہ لا إلہ إلا ھو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ و لا نوم﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۵۵]

”اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ جاوید اور قائم رہنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند“

۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیند، عاجز آجانا، جہالت اور ظلم وغیرہ جیسی تمام عیوب ونقائص والی صفات سے پاک وصاف ہے جیسا کہ وہ مخلوق کی مشابہت سے مبرا ہے۔چنانچہ ضروری ہے کہ اس چیز کی نفی کی جائے جس چیز کی نفی اللہ تعالیٰ نے

خود اپنی ذات سے اور رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے اپنے رب سے کی ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ منفی شدہ اشیاء کی ضد کامل صفات سے متصف ہیں۔

جب ہم اللہ تعالیٰ سے اونگھ اور نیند کی نفی کریں گے تو اونگھ کی نفی سے صفت قیومیت (نگہبانی کرنے والا اور قائم رہنے والا) کے کمال کا اثبات ہوگا، اور نیند کی نفی سے کامل صفتِ حیات کا اثبات ہوگا، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہر نفی اس کی ضد کامل صفت کے اثبات کو شامل ہے، پس وہ ذات کامل ہے اور اس کے سوا ہر چیز ناقص ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لیس کمثله شيء وهو السميع البصير﴾ [سورۃ الشوریٰ: ۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے''

اور فرمایا:

﴿وما ربک بظلام للعبيد﴾ [سورۃ فصلت: ۴۶]

''اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''

اور فرمایا:

﴿وما كان الله ليعجزه من شيء في السموات ولا في الأرض﴾ [سورۃ فاطر: ۴۴]

''اور آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دے''

اور فرمایا:

﴿وما كان ربک نسيا﴾ [سورۃ مریم: ۶۴]

''اور تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے''

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال پر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کی عبادت کی معرفت کا واحد طریقہ ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس دنیاوی زندگی میں مخلوقات سے پردہ میں رکھا ہوا ہے اور ان کیلئے یہ علمی دروازہ کھلا رکھا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے حقیقی رب، الٰہ اور معبود کی معرفت حاصل کرسکیں، اور پھر اس صحیح اور درست معرفت کے مطابق اس کی عبادت کرسکیں۔

چنانچہ عابد ایک موصوف کی عبادت کرتا ہے، معطّل (اللہ تعالیٰ کو صفات سے خالی ماننے والا) ایک غیر موجود چیز کی عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمثیل بیان کرنے والا ایک بت کی عبادت کرتا ہے جبکہ مسلمان ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے جو بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے اور نہ ہی اس کا ہمسر اور شریک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے ناموں کے اثبات میں مندرجہ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ قرآن کریم اور سنت رسول صلی علیہ والہ وسلم میں واردشدہ تمام اسماء حسنیٰ (اچھے نام) کے ثبوت پر بغیر کمی وبیشی کے ایمان لانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هو الله الذى لا إلـه إلا هو الملك القدوس السلم المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحن الله عما يشركون ﴾ [سورة الحشر: ۲۳]

"اللہ ہی وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے پاک، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور اور بڑائی والا ہے، پاک ہے وہ اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں"

اور حدیث پاک میں یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

(اللهم إنی أسألک بأن لک الحمد لا إله إلا أنت المنان بديع السموات و الأرض يا ذا الجلال و الإكرام يا الحی يا القيوم)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کا واسطہ دے کر کہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہی ہیں، تو ہی احسان کرنے والا، آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اے بزرگی والے اور عزت وتکریم والے، اے زندہ رہنے والے اور قائم دائم رہنے والے''

تو نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا:

(تدرون بما دعا الله؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: والذی نفسی بيده لقد دعا الله باسمه الأعظم الذی إذا دُعِیَ به أجاب و إذا سئل به أعطی) [أبو داؤد ومسند أحمد]

''کیا تم جانتے ہو کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے کن لفظوں کے ساتھ دعا کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ سے اس اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ دعا کو قبول کرتا ہے اور جب اس سے کچھ مانگا جائے تو وہ عطا کر دیتا ہے''

۲۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے لئے مقرر کیے ہیں، مخلوقات میں سے کسی نے بھی اس کا کوئی نام نہیں رکھا اور انہی ناموں کے ساتھ اللہ

تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے، یہ نام نئے اور پیدا کردہ نہیں ہیں۔

۳۔ اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ (اچھے نام) میں انتہائی درجہ کمال کے معانی موجود ہیں جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں، چنانچہ ان معانی پر بھی اسی طرح ایمان لانا واجب اور ضروری ہے جیسے ان اسماء پر ایمان لانا واجب اور ضروری ہے۔

۴۔ ان اسماء کے معانی کا احترام کرنا اور ان میں سے کسی کے انکار اور ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل سے گریز کرنا انتہائی ضروری ہے۔

۵۔ ان اسماء میں سے ہر نام سے مستنبط ہونے والے احکام اور ان پر مرتب ہونے والے افعال و اثرات پر ایمان لانا۔

مذکورہ پانچ امور کی وضاحت کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''السمیع'' کو بطور مثال پیش کرتے ہیں، اس میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

ا۔ اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ''السمیع'' (سننے والا) ہے اس وجہ سے کہ وہ قرآن مجید اور حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

ب۔ اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس نام کو اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور اس کے ساتھ گفتگو فرمائی اور اسے اپنی عزت والی کتاب میں نازل فرمایا ہے۔

ج۔ اس بات پر ایمان لانا کہ لفظ ''السمیع'' سماعت یعنی سننے کے معنی کو شامل ہے اور وہ (سننا) اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

د۔ صفت سمع کا احترام کرنا ضروری اور لازمی ہے جس پر لفظ ''السمیع'' دلالت کر رہا ہے اور اس کے معنی میں کسی قسم کی تبدیلی اور انکار جائز نہیں۔

ھ۔ اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سنتا ہے اور اس کا سننا تمام قسم کی آوازوں کو شامل ہے اور اس ایمان پر مرتب ہونے والے آثار پر ایمان لانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کو تسلیم کرنا، اس سے ڈر اور خوف میں رہنا اور یہ مکمل یقین رکھنا کہ اس سے کوئی بھی پوشیدہ رہنے والی چیز مخفی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بلند صفات کو ثابت کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ قرآن مجید اور حدیث پاک میں وارد شدہ تمام صفات کو اللہ تعالیٰ کیلئے حقیقی طور پر بغیر کسی تبدیلی اور انکار کے ثابت کرنا۔

۲۔ اس بات پر پختہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمام کامل صفات سے متصف ہے اور تمام عیوب ونقائص والی صفات سے مبرا و خالی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں کسی قسم کی مشابہت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر ﴾ [سورة الشوری: ۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے''

۴۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت جاننے میں مکمل نا امیدی رکھنا، اس لئے کہ ان صفات کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، پس مخلوق کیلئے اس کی پہچان کا کوئی راستہ نہیں۔

۵۔ ان صفات پر مرتب ہونے والے احکام اور آثار پر ایمان لانا، کیونکہ ہر صفت

کیلئے بندگی وعبودیت ہے۔

مذکورہ پانچ امور کی وضاحت کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاستواء'' سے مثال بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر اس صفت میں مندرجہ ذیل چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ شرعی نصوص میں صفت ''استواء'' (کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں) کے وارد ہونے کی بناء پر اس صفت کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرنا اور اس پر ایمان لانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الرحمن علی العرش استویٰ﴾ [سورۃ طٰہ: ۵]

''وہ رحمٰن جو عرش پر مستوی ہے''

ب۔صفت ''استواء'' کو اللہ تعالیٰ کیلئے ایسے کامل طریق پر ثابت کرنا جس کا وہ مستحق ہے، اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر حقیقی طور پر بلند ہیں جیسا کہ اس کی شایان شان ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کو مخلوقات کے مستوی ہونے سے تشبیہ نہ دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عرش سے بے پرواہ ہے وہ اس کا محتاج نہیں ہے، جبکہ مخلوق کے استواء کا خاصہ ضرورت اور محتاجگی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر﴾ [سورۃ الشوریٰ: ۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے''

د۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت میں غور وفکر نہ کرنا، کیونکہ یہ ایک غیبی معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

ھ۔ اس صفت پر مرتب ہونے والے احکام اور آثار پر ایمان لانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کی عظمت، بزرگی اور بڑائی جو اس کے شایان شان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا مطلقاً اپنی مخلوقات پر بلند ہونا دلالت کر رہا ہے اور بندوں کے دل اسی بلندی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ سجدہ کرنے والا پکارتا ہے:

(سبحان ربی الأعلیٰ) ''پاک ہے میرا پروردگار جو بلند و بالا اور عظمت والا ہے''۔

نمبر۳۔ بندے کا یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہی تمام قسم کی ظاہری و مخفی عبادات کا مستحق ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد بعثنا فی کل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت ﴾ [سورة النحل: ۳٦]

''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس عبادت سے راضی ہو وہ طاغوت ہے) سے بچو''

اور ہر رسول نے اپنی قوم سے یہی فرمایا:

﴿اعبدوا الله مالکم من إله غیره ﴾ [سورة الأعراف: ۵۹]

''تم ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما أمروا إلا لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفآء ﴾ [سورة البینة: ۵]

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھتے ہوئے یکسو ہو کر''

حدیث پاک میں نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

(أتدری ما حق الله علی العباد وما حق العباد علی الله؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: حق الله علی العباد أن یعبدوه ولا یشرکوا به شیئا، وحق العباد علی الله ألا یعذب من لا یشرک به شیئا) [بخاری ومسلم]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو عذاب میں مبتلا نہ کرے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا''

معبودِ برحق

وہ ذات ہے جس کی جانب دل مشتاق ہوتے ہیں،صرف اسی کی محبت سے بھرے رہتے ہیں،اورصرف اسی سے امید رکھتے ہیں اور اسی سے سوال کرتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہیں اس کے سوا کسی غیر سے کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں رکھتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذلک بأن الله هو الحق وأن ما یدعون من دونه هو الباطل وأن الله هو العلی الکبیر﴾ [سورة الحج: ٦٢]

''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا اور کبریائی والا ہے''

بندوں کے افعال میں یہی اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔

توحید کی اہمیت

درجہ ذیل فقرات میں اس توحید کی اہمیت یوں واضح ہوتی ہے:

۱۔ یہی توحید اس دین کی ابتداء، انتہاء، غایت اور ظاہر و باطن ہے اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت بھی اسی توحید پر تھی۔

۲۔ اس توحید کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا، رسولوں کو مبعوث کیا اور کتابوں کو نازل فرمایا، اسی توحید ہی کی بناء پر مخلوق دوگروہوں میں منقسم ہوئی، ایک گروہ مومنوں اور خوش بخت لوگوں کا ہوا اور دوسرا کافر اور بد بخت لوگوں کا۔

۳۔ عاقل و بالغ انسان پر سب سے پہلا واجب اس توحید کو اختیار کرنا ہے، اسی کے ذریعہ وہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور یہی وہ آخری چیز ہے جس کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

توحید کی تحقیق

توحید کی تحقیق یہ ہے کہ اسے شرک، بدعت اور نافرمانیوں جیسے عیوب و نقائص سے پاک صاف کیا جائے۔

اس کی دو قسمیں ہیں، واجب اور مندوب۔

واجب توحید کی تحقیق تین چیزوں سے ہوتی ہے:

۱۔ اسے شرک سے پاک صاف کرنا، جو کہ توحید کی بنیاد ہی کے منافی چیز ہے۔

۲۔ اسے بدعات سے پاک صاف کرنا جو کہ اس کے واجب کمال کے منافی ہیں یا اگر وہ بدعت کفر تک پہنچانے والی ہے تو پھر اس کی اصل اور اساس ہی کے منافی ہے۔

۳۔ اسے نافرمانیوں سے پاک صاف کرنا جو کہ اس کے ثواب میں کمی کا باعث بنتی ہیں اور اس میں اثر انداز ہوتی ہیں۔

جبکہ مندوب توحید کی تحقیق: مندوب وہ عمل ہے جس کے کرنے کا حکم استحباباً دیا گیا ہو، درجہ ذیل میں اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ احسان کے مرتبہ کمال کو حاصل کرنا۔

ب۔ یقین کے مرتبہ کمال کو حاصل کرنا۔

ج۔ غیر اللہ کی طرف شکوہ کا اظہار نہ کرتے ہوئے صبر جمیل کے درجہ کمال کو حاصل کرنا۔

د۔ صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے مخلوق سے درجہ کمال کے بے پرواہی و استغناء کو حاصل کرنا۔

ھ۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بعض جائز اسباب و ذرائع کو ترک کرتے ہوئے (جیسا کہ دم کروانا اور داغ لگوانا) توکل کے رتبہ کمال کو حاصل کرنا۔

و۔ نفلی عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت کے رتبہ کمال کو حاصل کرنا۔

جو کوئی بھی توحید کا اثبات اسی نہج اور طریقے پر کرے گا جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے اور شرکِ اکبر سے محفوظ رہے گا اس کے لئے ہمیشہ ہمیش کی جہنم سے امن و سلامتی ہے، اور جو کوئی شرکِ اکبر و شرک اصغر دونوں سے محفوظ رہا اور کبیرہ گناہوں اور نافرمانیوں سے بھی دور رہا اس کے لئے دنیا و آخرت میں مکمل امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء

﴾ [سورة النساء: ۴۸]

''بے شک اللہ تعالی اپنے ساتھ کیے جانے والے شرک کو نہیں بخشتے اور اس کے علاوہ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں''

اور فرمایا:

﴿الذین آمنوا ولم یلبسوا إیمانھم بظلم أولئک لھم الأمن وھم مھتدون﴾ [سورة الأنعام: ۸۲]

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کیلئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں''

توحید کی ضد شرک ہے جس کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ شرکِ اَکبر

بڑا شرک جو توحید کی اساس اور اصل کے منافی ہے جسے اللہ تعالی بغیر توبہ کے معاف نہیں فرماتے، جو کوئی شرک اکبر ہی کی حالت میں مر جائے وہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہو جاتا ہے۔

اس کی تعریف یہ ہے کہ:

انسان اللہ تعالی کی عبادت میں اس کا شریک بنالے، اس سے دعا کرے جیسے اللہ تعالی سے دُعا کرتا ہے، اس کا قصد کرے، اس پر توکل وبھروسہ کرے، اس سے امیدیں وابستہ کرے، اسی سے محبت کرے اور اسی سے ڈرے جیسے وہ اللہ تعالی سے محبت کرتا اور اس سے ڈرتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إنہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنة ومأواہ النار وما

للظلمين من أنصار ﴾ [سورة المائدة: ۷۲]

''بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کیلئے کوئی مددگار نہیں''

۲۔ شرکِ اَصغر

چھوٹا شرک جو توحید کمال کے منافی ہے، اس کی تعریف یہ ہے:

ہر وہ واسطہ اور ذریعہ جو شرکِ اَکبر کی طرف لے جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا اور تھوڑی سی ریاکاری یعنی دکھلاوے کیلئے عمل کرنا۔

شرکِ خفی

پوشیدہ شرک جس کا تعلق انسان کے ارادے اور نیت سے ہے کبھی یہ بڑا شرک ہوتا ہے اور کبھی چھوٹا، جیسا کہ پہلی اور دوسری قسم میں وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر، قالوا وما الشرك الأصغر يا رسول الله؟ قال: الرياء) [مسند الإمام أحمد]

''بے شک مجھے تم پر سب سے زیادہ جس چیز کا ڈر اور خوف ہے وہ شرک اصغر ہے، انہوں (صحابہ) نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وہ ریاکاری ہے۔

عبادت کی تعریف

عبادت ایک ایسا جامع اسم ہے جو ان تمام عقائد اور اعمال کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتے ہوں، خواہ

ان کا تعلق دل کے ساتھ ہو یا اعضاء کے ساتھ، کرنے سے ہو یا چھوڑنے سے۔

اور لفظ ''عبادت'' ہر اس چیز کو شامل ہے جسے اللہ تعالٰی نے بطور شریعت اپنی کتاب (قرآن مجید) اور اپنے رسول صلی علیہ والہ وسلم کی سنت میں نازل فرمایا ہے اور وہ مختلف قسم کی عبادات ہیں۔

ان میں سے بعض کا تعلق دل کے ساتھ ہے جیسا کہ ایمان کے چھ ارکان، خوف ورجاء کا مسئلہ، توکل، اللہ تعالٰی کی طرف رغبت کرنا، اس سے ڈرنا اور دوسری عبادات اس میں شامل ہیں۔

اور ان میں سے بعض کا تعلق ظاہری عبادات سے ہے جیسا کہ نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کے اعمال ہیں۔

قبولِ عبادت کی شرائط

اس وقت تک کوئی عبادت صحیح اور درست نہ ہوگی جب تک اس میں دو بنیادیں موجود نہیں ہونگی۔

۱۔ عبادت خالص اللہ تعالٰی کیلئے ہو، اس کے ساتھ اس میں کسی اور کو شریک نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ (لا إله إلا الله) کی گواہی دینے کا یہی معنی ومفہوم ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿ألا لله الدين الخالص والذين اتخذوا من دونه أولياء ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى إن الله يحكم بينهم في ما هم فيه يختلفون إن الله لا يهدي من هو كذب كفار﴾ [سورة الزمر: ۳]

''خبردار! اللہ تعالٰی ہی کیلئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ

یہ (اولیاء) اللہ کے نزدیک ہونے میں ہماری رسائی کردیں، یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کرر ہے ہیں اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ (خود) فرمائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے لوگوں کو راہ نہیں دکھاتے''

اور فرمایا:

﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفآء﴾ [سورة البينة: ۵]

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر''

۲۔ جو شریعت رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کے مطابق عمل کرنا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اسی طرح عمل کرے جس طرح نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے کیا ہے، اسی طریقے پر جو آپ صلی علیہ والہ وسلم نے اختیار کیا بغیر کسی کمی وزیادتی کے۔

اور یہی معنی ہے گواہی دینے کا کہ محمد صلی علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم﴾ [سورة آل عمران: ۳۱]

''آپ کہہ دیجئے: کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''

اور فرمایا:

﴿وما ء اتکم الرسول فخذوه وما نھکم عنه فانتھوه﴾ [سورة الحشر: ۷]

''اور جو چیز رسول تمہیں دے اسے لےلو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ''

اور فرمایا:

﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی أنفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ [سورة النساء: ۶۵]

''پس قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں''۔

کامل بندگی

کامل بندگی دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے۔

۱۔ مکمل محبت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، وہ اس طرح کہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کی محبت کو دیگر تمام چیزوں کی محبت پر مقدم رکھے۔

۲۔ کامل درجے کی عاجزی وانکساری صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہو وہ اس طرح کہ انسان اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کا اظہار کرے اس کے احکام کی فرمانبرداری کے ساتھ اور اس کی منع کردہ چیزوں سے رکنے کے ساتھ۔

گویا کہ کامل درجے کی محبت کے ساتھ ساتھ کامل درجے کی عاجزی وانکساری اور

امید وخوف کا نام بندگی ہے، اور انہی چیزوں کے ساتھ انسان کی اپنے خالق اور پروردگار کے لئے بندگی ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس کا بندہ اس کی فرض کردہ چیزوں کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرے، اور بندہ جس قدر نفلی عبادات زیادہ کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا چلا جائے گا اور اس کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے یہ چیزیں جنت میں داخل ہونے کا سبب بن جائیں گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادعوا ربکم تضرعا وخفیة إنه لا یحب المعتدین﴾ [سورة الأعراف: ۵۵]

"تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے"۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بے شمار دلائل ہیں، جو کوئی بھی ان میں غور وفکر کرے گا اس کے علم میں پختگی حاصل ہوگی اور اس کا یقین بڑھ جائے گا کہ پروردگار باری تعالیٰ اپنے افعال، اسماء وصفات اور معبود ہونے میں یکتا ولاثانی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

درج ذیل میں ان دلائل میں سے چند ایک کو بطور مثال ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ کائنات کی تخلیق کا عظیم شاہکار، اس کی تیاری میں باریک بینی کا استعمال، مختلف قسم

کی مخلوقات اور گہرا نظم ونسق جس پر یہ کائنات چل رہی ہے، ان سب چیزوں میں جوکوئی بھی غور وفکر اور سوچ وبچار کرے گا وہ اللہ تعالی کی وحدانیت کا قائل ہو جائے گا۔

پس جو بھی آسمان وزمین، سورج وچاند، انسان وحیوان اور نباتات وجمادات کی پیدائش میں غور وفکر کرے گا اسے یقینی علم حاصل ہو گا کہ ان سب چیزوں کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو اپنے اسماء وصفات اور معبود ہونے میں کامل واکمل ہے، یہ سب چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وجعلنا فی الأرض رواسی أن تمید بھم وجعلنا فیھا فجاجا سبلا لعلھم یھتدون ٭ وجعلنا السمآء سقفا محفوظا وھم عن ء ایاتھا معرضون ٭ وھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون﴾ [سورۃ الأنبیاء: ۳۱ ـ ۳۳]

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تا کہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے، اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تا کہ وہ راستہ حاصل کریں۔

آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں''

اور فرمایا:

﴿ومن ء ایتہ خلق السموات والأرض واختلف ألسنتکم وألوانکم إن فی ذلک لأیت للعلمین﴾ [سورۃ الروم: ۲۲]

''اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں''

ب۔وہ شریعتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دے کر مبعوث فرمایا اور پھر مختلف نشانیوں اور معجزات سے ان کی تائید کی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے جن احکام کو شریعت بنایا اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ احکام ایسے پروردگار کی جانب سے جاری کردہ ہیں جو دانا ہے اور اپنی مخلوقات اور ان چیزوں کو جو ان کی اصلاح کرنے والی ہیں جاننے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿لقد أرسلنا رسلنا بالبینت وأنزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط﴾ [سورة الحدید: ۲۵]

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا، تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں''

اور فرمایا:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن علی أن یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا﴾ [سورة الإسراء: ۸۸]

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں''

ج۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کی فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو پیدا فرمایا ہے، یہ فطرت انسانی نفوس میں جاگزین ہے۔

کیونکہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ (فوراً) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اگر انسان ایسے شبہات وساوس اور شہوات سے محفوظ ہو جو انسانی فطرت کو تبدیل کر دیتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت (معبود ہونے میں)، اسماء وصفات اور افعال میں یکتائی اور وحدانیت کو تسلیم کرنے اور اس کا اقرار کرنے کے سوا اپنے نفس میں کوئی چارہ نہیں پائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جو شرائع دے کر مبعوث فرمایا ہے ان کو بھی تسلیم کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فأقم وجهک للدین حنفیا فطرت الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن أکثر الناس لا یعلمون ☆ منیبین إلیه واتقوه وأقیموا الصلاة ولا تکونوا من المشرکین﴾ [سورة الروم: ۳۰، ۳۱]

''پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے، (لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ''

اور نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(کل مولود یولد علی الفطرة، فأبواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه، کما تنتج البهیمة بهیمة جمعاء هل تحسون فیها من

جـدعاء، ثم قرأ: ﴿ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ﴾ [بخاری ومسلم]

''ہر بچہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی، جیسا کہ ایک جانور دوسرے جانور کو بالکل صحیح سالم جنم دیتا ہے کیا تم اس میں کسی کو کان کٹا ہوا پاتے ہو! پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی ایک فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے''

دوسرا رکن

فرشتوں پر ایمان لانا

ا۔ایمان بالملائکہ کی تعریف

یہ اعتقاد جازم رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ''فرشتے'' ہیں جنہیں اس نے نور سے اطاعت وفرمانبرداری پر پیدا فرمایا ہے، وہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ کر گزرتے ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ دن رات اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں سستی نہیں کرتے، ان کی تعداد کا علم صرف اسی کو ہے اور اس نے ان کے ذمہ مختلف قسم کی ڈیوٹیاں اور کام سونپ رکھے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولكن البر من ء امن بالله واليوم الآخر والملائكة﴾ [سورة البقرة:١٧٧]

''اور لیکن نیکی اسی کی ہے جو اللہ، یوم آخرت اور فرشتوں پر ایمان لے آیا''

اور فرمایا:

﴿كل ء امن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله﴾ [سورة البقرة: ٢٨٥]

''یہ سب اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے''

مشہور حدیث جبریل میں ہے کہ جب انہوں نے نبی مکرم صلی علیہ والہ وسلم سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں (جبریل علیہ السلام) نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارہ میں بتلایئے؟ تو آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ﴿أن تؤمن

بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وأن تؤمن بالقدر خيره وشره ﴾ ''کہ تو اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لائے''

ایمان بالملائکہ کا دین میں مرتبہ اور اس کا حکم

ایمان بالملائکہ یعنی فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان کے ان چھ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے جن کے بغیر بندے کا ایمان نہ تو درست ہوتا ہے اور نہ ہی قبول کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ معزز فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے ان میں جن کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا ہے جو کوئی ان کے وجود کا یا ان میں سے بعض کے وجود کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور کتاب و سنت اور اجماع کا مخالف ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ومن يكفر بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر فقد ضل ضلالا بعيدا ﴾ [سورة النساء: ١٣٦]

''اور جو شخص اللہ تعالی سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا''

۲۔ فرشتوں پر ایمان لانے کی کیفیت

فرشتوں پر ایمان لانا دو طرح کا ہے اجمالی اور تفصیلی۔

اجمالی ایمان: مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے:

۱۔ ان کے وجود کا اقرار کرنا اور اس بات کا کہ وہ اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے، ان کا وجود حقیقی

ہے، ہمارا ان کو نہ دیکھ سکنا ان کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ کائنات میں کتنی ہی ایسی عجیب وغریب مخلوقات ہیں جن کا وجود حقیقی ہے لیکن ہم نے انہیں دیکھا نہیں۔
نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دومرتبہ دیکھا ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بعض فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں:

(رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبريل في صورته وله ستمائة جناح، وكل جناح منها قد سد الأفق)

"کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے جبریل امین کو اپنی اصل شکل میں دیکھا، اس کے چھ سو پر تھے، ان میں سے ہر ایک پر نے آسمان کو ڈھانپا ہوا تھا۔

مشہور حدیث جبریل جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے میں ہے کہ "ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں آئے، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے، اس پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا اور ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔

۲۔ ان کو جو مرتبہ ومقام اللہ تعالی نے عطا کیا ہے انہیں اس پر برقرار رکھنا، وہ اللہ تعالی کے مامور بندے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں عزت دی، ان کے مرتبہ کو بلند کیا اور انہیں اپنا قریبی بنایا، ان میں سے بعض اللہ تعالی کی وحی وغیرہ کے پیامبر اور قاصد بھی ہیں، ان میں اتنی ہی طاقت ہے جس قدر اللہ تعالی نے انہیں عطا کی ہے، اس کے باوجود وہ اپنے اور دوسروں کیلئے اللہ کے سوا کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں، اسلئے کسی قسم کی عبادت کو ان کیلئے صرف کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ انہیں اللہ

تعالیٰ کی صفات سے متصف کیا جائے جیسا کہ عیسائیوں کا حضرت جبریل علیہ السلام کے بارہ میں گمان ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانه بل عباد مکرمون ٭ لا یسبقونه بالقول وهم بأمره یعملون﴾ [سورة الأنبیاء: ۲۶، ۲۷]

''(مشرک لوگ) کہتے ہیں کہ رحمٰن اولا د والا ہے (غلط ہے) اس کی ذات پاک ہے، بلکہ وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں، کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے، بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں''

اور فرمایا:

﴿لا یعصون الله ما أمرهم ویفعلون ما یؤمرون﴾ [سورة التحریم: ۶]

''انہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں''

(فرشتوں کے بارہ میں) ایمان کی یہ مقدار (جو اوپر بیان کی گئی ہے) ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے کہ وہ اسے سیکھے اور اس کا اعتقاد رکھے، اس کے بارہ میں جہالت کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

تفصیلی ایمان: تفصیلی ایمان مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ ان کی پیدائش کا مادہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا، جیسا کہ اس نے جنوں کو آگ اور بنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا، اور ان کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کی ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ:

(خلقت الملائكة من نور، وخلق الجان من مارج من نار، وخلق آدم مما وصف لکم) [مسلم شریف]

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنوں کو بھڑکنے والے شعلے سے اور آدم کو اس چیز سے جس کا وصف تمہارے لئے بیان کیا گیا''

۲۔ فرشتوں کی تعداد: فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں کہ جن کی گنتی بہت زیادہ ہے اس لئے ان کی تعداد اللہ تعالی کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آسمان میں چار انگلیوں کے برابر کوئی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ نہ ہو، سجدے کی حالت میں ہے یا قیام کی حالت میں، اسی طرح ساتویں آسمان پر بیت معمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر وہ زیادہ تعداد میں ہونے کی بناء پر کبھی دوبارہ اس کی طرف نہیں پلٹتے اور جب قیامت کے دن آگ کو لایا جائیگا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچنے والے ہوں گے۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿وما يعلم جنود ربک إلا هو﴾ [سورة المدثر: ۳۱]

''اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''

اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

(أطت السماء وحق أن تئط، ما فيها موضع قدم إلا وفيه ملک ساجد وراکع)

''آسمان چر چرایا اور اسے حق ہے کہ وہ چر چرائے، نہیں ہے اس میں ایک قدم کی جگہ بھی مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ ہے سجدہ اور رکوع کی حالت میں''

اور آپ صلی علیہ والہ وسلم نے بیت معمور کے بارے میں فرمایا:

(یدخله في كل يوم سبعون ألف ملك لا يعودون إليه) [بخاری و مسلم]

''کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر کبھی دوبارہ اس کی طرف نہیں پلٹتے''

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

(يؤتىٰ بجهنم يومئذ لها سبعون ألف زمام، مع كل زمام سبعون ألف ملك) [مسلم شریف]

''اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس کی ستر ہزار لگامیں ہونگی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے''

اس (تفصیل) سے ہمارے لئے واضح ہو جاتا ہے کہ فرشتوں کی ایک بڑی ضخیم تعداد ہے وہ فرشتے (جن کا ذکر ابھی گزرا ہے) مثال کے طور پر ان کی تعداد تقریباً چار ہزار نو سو ملین ہے (آپ اندازہ لگائیے) باقی ماندہ فرشتوں کی تعداد کیا ہوگی؟ پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو پیدا کیا اور معاملات کو ان کے سپرد کیا اور ان کی گنتی کو شمار کیا۔

۳۔ فرشتوں کے نام: اللہ تعالی نے قرآن مجید یا رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے حدیث پاک میں جن فرشتوں کے نام ذکر کیے ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے اور ان میں سے تین بڑے عظیم فرشتے ہیں:

۱۔ پہلے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، انہیں جبرائیل بھی کہا جاتا ہے اور وہی روح القدس ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لے کر نازل ہوتے تھے وہ وحی جو دلوں کی زندگی اور حیات ہے۔

ب۔دوسرے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں انہیں میکال بھی کہا جاتا ہے،ان کے ذمہ بارش نازل کرنا ہے جوزمین کی حیات ہے،وہ اسے وہاں نازل کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں۔

ج۔ تیسرے فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں،جن کے ذمہ صور میں پھونکنا ہے جوکہ دنیاوی زندگی کی انتہاء اوراخروی زندگی کی ابتداء کا اعلان ہے اوراس کے ساتھ جسموں کی حیات ہے۔

۴۔ فرشتوں کی صفات:فرشتے ایک حقیقی مخلوق ہیں،ان کی حقیقی اجسام ہیں جوخلقی اورخلقی صفات سے متصف ہیں،ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ا۔ ان کی پیدائش کی عظمت اوراجسام کی ضخامت:اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقتور شکلوں میں پیدا فرمایا ہے جوان کے بڑے بڑے اعمال کے شایان شان ہیں وہ اعمال جواللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں وزمین کے سپرد کیے ہیں۔

ب۔ان کے پر ہیں:اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دو دو،تین تین اور چار چار پر بنائے ہیں اوراس سے زیادہ بھی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا،ان کے چھ سو پر تھے جنہوں نے آسمان کوڈھانپ رکھا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الحمد للہ فاطر السموات والأرض جاعل الملائکۃ رسلا أولی أجنحۃ مثنی وثلث وربع یزید فی الخلق ما یشاء﴾ [سورۃ فاطر: ۱]

"اس اللہ کیلئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو،تین تین،چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد)

بنانے والا ہے مخلوق میں جس قدر چاہے اضافہ کرتا ہے“

ج۔ وہ کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ نہ تو کھانے کے محتاج ہیں اور نہ پینے کے اور نہ وہ شادی کرتے ہیں اور نہ ہی آگے ان کی نسل چلتی ہے۔

د۔ فرشتے صاحب عقل وخرد اور دل والے ہیں: انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے، انہوں نے آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی کلام کی ہے۔

ھ۔ وہ اپنی حقیقی شکل کی بجائے دوسری شکل اختیار کرنے پر بھی قادر ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ طاقت وقوت عطا کی ہے کہ وہ انسانوں میں سے مرد کی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں، اس میں ان بت پرستوں پر رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

اور ہم ان کی شکل اختیار کرنے کی کیفیت کو نہیں جانتے سوائے اس کے کہ وہ اتنی باریک بینی سے شکل تبدیل کرتے ہیں کہ ان میں اور عام انسان میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

و۔ فرشتوں کی موت: تمام فرشتے، ملک الموت سمیت قیامت کے دن فوت ہو جائیں گے، پھر انہیں ان اعمال کی ادائیگی کیلئے دوبارہ اٹھایا جائیگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کر رکھے ہیں۔

ز۔ فرشتوں کی عبادت: فرشتے مختلف قسم کی عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان میں سے نماز، دعا، تسبیح، رکوع، سجود، خوف، خشیت، محبت اور دیگر عبادات ہیں۔

ان کی عبادت کے اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عبادات میں بغیر سستی واکتاہٹ کے دوام واستمرار کرنا۔

۲۔ اخلاص اور للّٰہیت

۳۔ اطاعت وفرمانبرداری کرنا اور نافرمانی سے گریز کرنا، کیونکہ وہ گناہوں اور نافرمانیوں سے معصوم ہیں۔

۴۔ کثرت عبادت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی وانکساری۔

ارشاباری تعالیٰ ہے:

﴿ یسحبون اللیل والنھار لا یفترون ﴾ [سورة الأنبیاء: ۲۰]

''وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں سستی اور کمی نہیں کرتے''

۵۔ فرشتوں کے فرائض: فرشتے وہ بڑی بڑی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ عرش کے اٹھانے والے۔

۲۔ وہ فرشتہ جس کے ذمہ رسولوں پر وحی کو نازل کرنا ہے۔

۳۔ جنت اور جہنم کے خازن (دروغے)

۴۔ وہ فرشتے جن کے ذمہ بادل، بارش اور پودوں کو اُگانا ہے۔

۵۔ وہ فرشتے جن کے ذمہ پہاڑوں کے امور ہیں۔

۶۔ وہ فرشتہ جس کے ذمہ ''صور'' میں پھونکنا ہے۔

۷۔ وہ فرشتے جو بنی آدم کے نامۂ اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔

۸۔ وہ فرشتے جو بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی معاملہ مقدر فرمادیتے ہیں تو وہ (فرشتے) اس (انسان) کو چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ جو تقدیر

لکھی جا چکی ہے وہ واقع ہو جاتی ہے۔

۹۔وہ فرشتے جن کے ذمہ انسان کے ساتھ رہنا اور اس کیلئے بھلائی کی دعا کرنا ہے۔

۱۰۔وہ فرشتے جو رحم میں نطفہ کے امور اور انسان میں روح پھونکنے، اس کا رزق، عمل، بدبختی اور سعادت مندی لکھنے پر مامور ہیں۔

۱۱۔ وہ فرشتے جو موت کے وقت بنی آدم کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔

۱۲۔ وہ فرشتے جو قبر میں لوگوں سے سوال کرنے اور اس پر مرتب ہونیوالی نعمتوں یا عذاب دینے پر مامور ہیں۔

۱۳۔وہ فرشتے جن کی ذمہ داری امت کے سلام کو نبی صلی علیہ والہ وسلم تک پہنچانا ہے، اس لئے کسی بھی مسلمان کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ آپ صلی علیہ والہ وسلم پر سلام بھیجنے کیلئے آپ کی (قبر کی) طرف شدرحل (سفر) کرے، بلکہ یہی کافی ہے کہ وہ جس جگہ بھی موجود ہے وہیں سے آپ پر درود وسلام بھیج دے کیونکہ فرشتے اس کے سلام کو نبی صلی علیہ والہ وسلم تک پہنچانے والے ہیں۔سفر تو صرف مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کیلئے کیا جاسکتا ہے۔

اوران (فرشتوں) کے، دیگر بہت سارے اعمال ہیں، جن میں سے چند ایک مشہور اعمال آپ کے سامنے ذکر کر دیئے گئے ہیں، ان اعمال پر دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

﴿الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین ء امنوا ﴾ [سورۃ غافر: ۷]

"عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار

کرتے ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿قل من كان عدوا لجبريل فإنه نزله على قلبك بإذن الله﴾

[سورة البقرة: ۹۷]

"جو جبریل کا دشمن ہو اس سے آپ کہہ دیجئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر پیغام باری اُتارا ہے"۔

اور فرمایا:

﴿ولو ترىٰ إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم أخرجوا أنفسكم﴾ [سورة الأنعام: ۹۳]

"اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو"

۶۔ فرشتوں کے بنی آدم پر حقوق:

ا۔ ان پر ایمان لانا۔

ب۔ ان کے ساتھ محبت و تعظیم اور ان کے فضائل کا ذکر کرنا۔

ج۔ انکو گالی دینے یا انکو حقیر سمجھنے یا ان سے مذاق وٹھٹھا کرنے کی حرمت۔

د۔ اس چیز سے دوری اختیار کرنا جسے فرشتے ناپسند کرتے ہوں کیونکہ جس چیز سے بنی آدم اذیت محسوس کرتے ہیں اس سے وہ بھی اذیت محسوس کرتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے ثمرات

ا۔ ایمان کا تحقق ، اس وقت تک ایمان درست نہیں ہوگا جب تک ان پر بھی ایمان نہ لایا جائے۔

۲۔ اس سے اللہ تعالیٰ جو ان کا خالق ہے اس کی عظمت، قوت اور اس کے غلبے کا علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ مخلوق کی عظمت سے خالق کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ ان (فرشتوں) کی صفات، احوال اور ذمہ داریوں کو جان کر مسلمان کے دل میں ایمان کی زیادتی ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ذریعے اپنے بندوں کو ثابت قدم رکھنا اس سے مؤمنوں کو امن وسکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ ان کے اکمل طریقہ پر عبادت کرنے اور مؤمنوں کیلئے استغفار کرنے کی بناء پر ان سے محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ فاسد اعمال اور معاصی سے بغض پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ خاص اہتمام کرنا کہ اس نے ان کی حفاظت، ان کے اعمال کی کتابت اور ان کے دیگر مصالح کیلئے فرشتوں کو مامور کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تیسرا رکن

کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل کیں ان پر ایمان لانا یہ ایمان کے ارکان میں سے تیسرا رکن ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتابوں کو نازل کیا جو کہ مخلوق کیلئے باعث رحمت وہدایت ہیں، یہ کتابیں ان کیلئے دنیا وآخرت کی سعادت کی ضامن اور ان کیلئے دنیا میں گزر بسر کرنے کیلئے ایک نظام زندگی ہیں اور لوگ جب آپس میں اختلاف کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿لقد أرسلنا رسلنا بالبینت وأنزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط﴾ [سورة الحدید: ۲۵]

"البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل دے کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں"

اور فرمایا:

﴿کان الناس أمة واحدة فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وأنزل معهم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه﴾

[سورة البقرة: ۲۱۳]

"دراصل لوگ ایک ہی جماعت تھے پھر اللہ تعالٰی نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والے بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے"

۱۔ کتابوں پر ایمان لانے کی حقیقت:

کتابوں پر ایمان لانا اس تصدیق جازم کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کتابیں اپنے رسولوں پر نازل فرمائی ہیں جو کہ باری تعالیٰ کی حقیقی کلام، نور اور باعث ہدایت ہیں اور ان میں جو حق، سچ اور عدل کی باتیں ہیں ان کی پیروی کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے اور ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ﴾ [سورۃ النساء: ۱٦٤]

''اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام فرمایا ہے''

اور فرمایا:

﴿وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ﴾ [سورۃ التوبۃ: ٦]

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے''

۲۔ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان تمام پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہیں، اس کی طرف سے نازل کردہ، غیر مخلوق ہیں، جو کوئی ان کا یا ان میں سے بعض کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يا أيها الذين ءامنوا ءامنوا بالله ورسوله والكتب الذى نزل على رسوله والكتب الذى أنزل من قبل ومن يكفر بالله وملائكته وكتبه

ورسله واليوم الآخر فقد ضل ضلالا بعيدا ﴾ [سورة النساء: ۱۳۶]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی علیہ والہ وسلم اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا''

اور فرمایا:

﴿وهذا كتاب أنزلنه مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون ﴾

[سورة الأنعام: ۱۵۵]

''اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، وہ بڑی خیر و برکت والی ہے، تم اس کی پیروی کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''

۳۔ کتابوں کے نازل کرنے میں حکمت اور لوگوں کے ہاں انکی ضرورت

۱۔ تا کہ رسول پر نازل کردہ کتاب اس کی امت کیلئے مرجع ہو کہ وہ اپنے دین کی پہچان کیلئے اس کی طرف رجوع کریں۔

۲۔ تا کہ رسول پر نازل کردہ کتاب اس کی امت کیلئے جس چیز میں وہ اختلاف کریں حاکم عدل (عدل سے فیصلہ کرنے والی) ہو۔

۳۔ تا کہ نازل شدہ کتاب رسول کی وفات کے بعد دین کی محافظ ہو چاہے زبان و مکان جس قدر بھی دور ہو جائیں جیسا کہ ہمارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم کی دعوت کا حال ہے۔

۴۔ تا کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی اس کی مخلوق پر حجت و دلیل ہوں، ان کیلئے ان کی

مخالفت اور ان سے باہر نکلنا ہرگز جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿کان الناس أمة واحدة فبعث الله النبیین مبشرین ومنذرین وأنزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه﴾

[سورۃ البقرۃ: ۲۱۳]

''دراصل لوگ ایک ہی جماعت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے''

۴۔ کتابوں پر ایمان لانے کی کیفیت

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا دو طرح کا ہے اجمالی اور تفصیلی:

اجمالی ایمان: آپ یہ ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر کتابوں کو نازل فرمایا ہے۔

تفصیلی ایمان: آپ ان کتابوں پر ایمان لائیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا ہے ان میں سے قرآن، تورات، زبور، انجیل اور حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کے بارے میں ہمیں علم دیا ہے، اور آپ یہ بھی ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اور بھی کتابیں ہیں جن کو اس نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا جن کے ناموں اور تعداد کا علم سوائے اس کے اور کسی کو نہیں۔

یہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وحدانیت، نیک اعمال کے کرنے، شرک اور فساد فی الارض سے گریز کرنے کی تلقین کرنے والی ہیں، جبکہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد ایک ہے اگرچہ شرائع اور احکام میں وہ مختلف ہیں۔

تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کرنا کہ انہیں سابقہ رسولوں پر نازل کیا گیا ہے اور قرآن مجید پر ایمان لانا، اس کا اقرار کرنا اور اس میں موجود احکام کی پیروی کرنا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ءامن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل ءامن بالله وملائكته وكتبه ورسله﴾ [سورة البقرة: ۲۸۵]

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے''

اور فرمایا:

﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء﴾ [سورة الأعراف: ۳]

''تم لوگ اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی پیروی مت کرو''

قرآن مجید سابقہ تمام کتابوں سے چند امور میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے ان میں سے اہم امور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید اپنے لفظ و معنی اور کونی و علمی حقائق میں معجزانہ حیثیت کا حامل ہے۔

۲۔ یہ آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے، اس کے نزول کے ساتھ ہی کتابوں کے نزول کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، جیسا کہ ہمارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم کے آنے کے بعد رسالت کے دروازہ کو بند کر دیا گیا۔

۳۔ اللہ تعالٰی نے اس (قرآن مجید) کی ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے بخلاف دوسری کتابوں کے، ان میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوچکی ہے۔

۴۔ یہ (قرآن مجید) سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ان پر محافظ ہے۔

۵۔ یہ سابقہ تمام کتب کا ناسخ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ما كان حديثا يفترى ولكن تصديق الذى بين يديه وتفصيل كل شيء وهدى ورحمة لقوم يؤمنون﴾ [سورة يوسف: ۱۱۱]

''یہ قرآن جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں، ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے اور ایمان دار لوگوں کیلئے باعث ہدایت ورحمت ہے''

۵۔ سابقہ کتب میں واردشدہ اخبار کو تسلیم کرنا

ہم یقین سے جانتے ہیں کہ سابقہ کتب میں واردشدہ اخبار جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی فرمائیں، وہ برحق ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ آج اہل کتاب کے پاس جو کتب موجود ہیں ان میں جو کچھ موجود ہے ہم اسے قبول کرلیں، اسلئے کہ وہ تحریف شدہ اور بدلی جاچکی ہیں اور اپنی ان بنیادوں پر باقی نہیں رہیں جن پر ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی طرف نازل فرمایا تھا۔

اور ان کتابوں میں جو کچھ موجود تھا اس میں سے ہم یقینی طور پر یہ بات جانتے ہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب (قرآن مجید) میں دی ہے وہ یہ کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی،

عنقریب اس کی کاوش دیکھی جائیگی اور پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿أم لم ينبأ بما في صحف موسیٰ ☆ وإبراهيم الذی وفی ☆ ألا تزر وازرة وزر أخری ☆ وأن ليس للإنسان إلا ما سعی ☆ وأن سعيه سوف يری ☆ ثم يجزاه الجزاء الأوفی﴾ [سورة النجم: ٣٦ ـ ٤١]

''کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی کوشش اس نے خود کی۔اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائیگی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا''

اور فرمایا:

﴿بل تؤثرون الحيوة الدنيا ☆ والآخرة خير وأبقی ☆ إن هذا لفي الصحف الأولی ☆ صحف إبراهيم وموسیٰ﴾ [سورة الأعلیٰ: ١٦ ـ ١٩]

''لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقاء والی ہے البتہ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں (یعنی) موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں''

ان (کتابوں) کے احکام

صرف جو کچھ قرآن مجید میں موجود ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم اسی کے ذریعے عبادت کریں بخلاف سابقہ کتب کے، ہم دیکھیں گے کہ وہ چیز (جو سابقہ کتب میں ہے) ہماری شریعت کے مخالف ہے تو ہم اس پر عمل نہیں کریں گے اس لئے نہیں کہ وہ باطل ہے بلکہ وہ اپنے زمانے میں برحق تھی۔لیکن ہمارے لئے اس پر عمل کرنا اس لئے

ضروری نہیں کہ ہماری شریعت نے اسے منسوخ کر دیا ہے، اور اگر وہ چیز ہماری شریعت کے موافق ہے تو وہ برحق ہے کیونکہ ہماری شریعت نے اس کے صحیح ہونے پر راہنمائی فرمائی ہے۔

۶۔ آسمانی کتب جن کا ذکر قرآن وحدیث میں وارد ہے مندرجہ ذیل ہیں

ا۔ قرآن کریم: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام پاک ہے جسے اس نے خاتم النبیین محمد صلی علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا، اور یہ نازل کردہ کتابوں میں سب سے آخری کتاب ہے جس میں ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہوا ہے اور اسے دوسری تمام کتابوں کیلئے ناسخ قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ [سورة الحجر: ۹]

''ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''

اور فرمایا:

﴿وأنزلنا إليک الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما أنزل الله﴾ [سورة المائدة: ۴۸]

''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اس اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجئے''

۲۔ تورات: یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور اسے باعث نور وہدایت بنایا جس کے ذریعے انبیائے بنی اسرائیل اور ان

کے علماء فیصلے فرماتے تھے۔

اور ہاں اس تورات پر ایمان لانا واجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا نہ کہ اس محرف شدہ تورات پر جو اہل کتاب کے پاس موجود ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إنا أنزلنا التورلة فيها هدى ونور يحكم بها النبيون الذين أسلموا للذين هادوا و الربنيون و الأحبار بما استحفظوا من كتاب الله﴾ [سورة المائدة: ۴۴]

''ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت ونور ہے، اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء علیہم السلام، اہل اللہ اور علماء یہودیوں میں فیصلے فرماتے تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا''

۳۔ انجیل: یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کو اس نے حق کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور وہ اپنے سے پہلے آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور ہاں اس انجیل پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے صحیح اصولوں کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا نہ کہ اس محرف شدہ انجیل پر جو آج اہل کتاب کے پاس موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وقفينا على ء اثرهم بعيسى ابن مريم مصدقا لما بين يديه من التورلة وء اتينه الإنجيل فيه هدى و نور ومصدقا لما بين يديه من التوراة وهدى وموعظة للمتقين﴾ [سورة المائدة: ۴۶]

''اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی

کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسالوگوں کیلئے''

تورات وانجیل میں دوسرے احکام کے ساتھ ساتھ ہمارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم کی رسالت کی بشارت بھی موجود تھی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الذین یتبعون الرسول النبی الأمی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والإنجیل یأمرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم إصرهم والأغلل التی کانت علیهم﴾ [سورة الأعراف: ۱۵۷]

''جولوگ ایسے رسول نبی اُمی کی اتباع کرتے ہیں جس کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتا ہے''

۴۔ زبور: یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر نازل فرمایا اور جس زبور پر ایمان لانا واجب ہے وہ وہی زبور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر نازل فرمایا ہے، اس سے مراد وہ زبور قطعی طور پر نہیں جو یہودیوں کے ہاتھوں تحریف کا شکار ہو چکی ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

﴿وء اتینا داؤد زبورا﴾ [سورة النساء: ۱۶۳]

''اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی''

۵۔ ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحیفے: یہ وہ صحیفے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا تھا اور یہ تمام صحیفے مفقود ہیں ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں سوائے اس کے کہ جو کچھ ان کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أم لم ينبأ بما في صحف موسىٰ ۞ وإبراهيم الذي وفى ۞ ألا تزر وازرة وزر أخرى ۞ وأن ليس للإنسان إلا ما سعى ۞ وأن سعيه سوف يرى ۞ ثم يجزاه الجزاء الأوفى﴾ [سورة النجم: ٣٦ـ ٤١]

''کیا اس اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی کوشش اس نے خود کی۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائیگی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا''

اور فرمایا:

﴿بل تؤثرون الحيوة الدنيا ۞ والآخرة خير وأبقى ۞ إن هذا لفي الصحف الأولى ۞ صحف إبراهيم وموسىٰ﴾ [سورة الأعلىٰ: ١٦ ـ ١٩]

''لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقاء والی ہے البتہ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں (یعنی) موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں''

چوتھا رکن

ا۔رسولوں پر ایمان لانا

ایمان کے اُن اَرکان میں سے ایک ہے جن کے بغیر انسان کا ایمان متحقق (ثابت) نہیں ہوتا۔

رسولوں پر ایمان لانا: اس اعتقادِ جازم کا نام ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے پیغامات واحکامات پہنچانے کے لئے کچھ رسولوں (پیغمبروں) کو منتخب فرمایا ہے، جس کسی نے ان کی فرمانبرداری کی وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، اور اللہ تعالی نے ان کی طرف جو کچھ نازل فرمایا، انہوں نے اسے (مخلوق تک) واضح اور کھول کر پہنچا دیا، انہوں نے امانت کو ادا کر دیا۔ امت کی خیر خواہی کی، اللہ تعالی کے راستہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا، اور حجت قائم کر دی، جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا اس میں نہ تو انہوں نے کچھ تبدیلی کی اور نہ ہی کچھ چھپایا، اللہ تعالی نے ان میں سے جن کے نام ہمارے لئے ذکر کیے ہیں ان پر ہم ایمان لاتے ہیں اور جن کے نام ذکر نہیں کیے ان پر بھی، ہر رسول اپنے بعد میں آنے والے کی بشارت دیتا ہے اور بعد میں آنے والا اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا وما أنزل إلى إبراهيم وإسماعيل وإسحاق ويعقوب والأسباط وما أوتي موسىٰ وعيسىٰ وما أوتي النبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون﴾ [سورة البقرة: ١٣٦]

''اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو

ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے انبیاء دیئے گئے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں''۔

جس شخص نے کسی رسول کو جھٹلایا، پس اس نے اسے بھی جھٹلایا جس نے اس (رسول) کی تصدیق کی، اور جس نے اس کی نافرمانی کی، پس اس نے اس کی نافرمانی کی جس نے اس کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إن الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون أن يفرقوا بين الله ورسله ويقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلا ☆ أولئك هم الكفرون حقا وأعتدنا للكافرين عذابا مهينا﴾

[سورۃ النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

''بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں، اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے درمیان درمیان کوئی راہ نکالیں، یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کیلئے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

۲۔ حقیقتِ نبوت

نبوت: خالق اور مخلوق کے درمیان اس (خالق) کی شریعت کو پہنچانے کا جو واسطہ ہے اسے نبوت کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس کے

ذریعے احسان فرماتا ہے، اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اس کیلئے منتخب فرمالیتا ہے، انتخاب کرنے کا یہ اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿الله يصطفي من الملائكة رسلا ومن الناس إن الله سميع بصير﴾

[سورة الحج: ۷۵]

''فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چن لیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

اور نبوت: وہبی (عطائی) ہوتی ہے کسبی نہیں، کثرت اطاعت یا عبادت سے اسے حاصل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی یہ نبی کے اختیار یا طلب کرنے سے ملتی ہے، یہ تو ایک انتخاب اور چناؤ ہے جو کہ صرف اللہ کی جانب سے ہی ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الله يجتبي إليه من يشاء ويهدي إليه من ينيب﴾ [سورة الشورى: ۱۳]

''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح راہنمائی کرتا ہے''۔

۳۔ رسولوں کے بھیجنے میں حکمت

رسولوں کے بھیجنے کی حکمت چند امور میں بیان کی جاتی ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ انسانوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت پر لگانا، بندگیٔ مخلوق کی غلامی کا طوق اتار کر عبادت رب العباد کی آزادی عطا کرنا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وما أرسلنک إلا رحمة للعالمین﴾ [سورة الأنبیاء: ۱۰۷]

''اور ہم نے آپ کو جہاں والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

۲۔ اس مقصد کی پہچان کروانا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔اور وہ (مقصد) اس کی عبادت اور وحدانیت ہے جس کی معرفت ان رسولوں کے بغیر ممکن نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے منتخب کیا اور انہیں جہاں والوں پر فوقیت دی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ولقد بعثنا فی کل أمة رسولا أن اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت﴾ [سورة النحل: ۳۶]

''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام باطل معبودوں سے بچو''۔

۳۔ رسولوں کو بھیج کر لوگوں پر حجت قائم کرنا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل و کان اللہ عزیزا حکیما﴾ [سورة النساء: ۱۶۵]

''ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا با حکمت ہے''۔

۴۔ بعض غیبی امور کو بیان کرنا جن کو لوگوں کی عقلیں معلوم نہیں کر سکتیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، فرشتوں اور قیامت کے دن کی معرفت اور دیگر معاملات ہیں۔

۵۔ رسولوں کا ایک بہترین نمونہ ہونا کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے عمدہ اور اچھے اخلاق سے تکمیل کی ہے اوران کوشبہات وشہوات (کی بیماری) سے محفوظ فرمایا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿أولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده﴾ [سورة الأنعام: ۹۰]

''یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس آپ بھی انہیں کے راستے کی پیروی کیجئے''۔

اورفرمایا:

﴿لقد کان لکم فیهم أسوة حسنة﴾ [سورة الممتحنة: ٦]

''البتہ تحقیق تمہارے لئے ان لوگوں میں بہترین نمونہ ہے''۔

٦۔ (لوگوں کے) نفوس کی اصلاح، ان کا تزکیہ اوران کی تطہیر کرنا، اور ہر وہ چیز جو انہیں ہلاک کرنے والی ہے اس سے ڈرانا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم یتلو علیهم ء ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة﴾ [سورة الجمعة: ۲]

''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کرسناتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے''۔

اورآپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

(إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق) [مسند أحمد ومستدرک حاكم]

''بے شک میں اچھے اور پاکیزہ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں''۔

۴۔رسولوں کی ذمہ داریاں

رسولوں پر بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ امورِ شریعت کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿الذين يبلغون رسالات الله ويخشونه ولا يخشون أحدا إلا الله وكفى بالله حسيبا﴾ [سورة الأحزاب: ۳۹]

''یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کیلئے کافی ہے''۔

۲۔ جو دین نازل کیا گیا ہے اس کی وضاحت کرنا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وأنزلنا إليک الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم ولعلهم يتفكرون﴾ [سورة النحل: ۴۴]

''اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (کتاب) اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں۔ شاید کہ وہ غور وفکر کریں''۔

۳۔ امت کو برائی سے ڈرانا، ان کی خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرنا، ان کو ثواب کی بشارت دینا اور سزا سے ڈرانا۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿رسلا مبشرین ومنذرین﴾ [سورة النساء: ١٦٥]

''ہم نے رسولوں کو خوشخبریاں دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا''۔

۴۔ اقوال وافعال میں پاکیزہ پیشوائی اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرنا۔

۵۔ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی شریعت کا نفاذ اور اس کی عملی تطبیق کرنا۔

۶۔ قیامت کے دن رسولوں کا اپنی امتوں پر گواہی دینا کہ انہوں نے ان کو (اللہ تعالیٰ کا پیغام) واضح کر کے پہنچا دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فکیف إذا جئنا من کل أمة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا﴾ [سورة النساء: ٤١]

''پس کیا حال ہو گا جس وقت کہ ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے''۔

۵۔ تمام انبیاء کا دین اسلام ہے

تمام انبیاء ورسل کا دین اسلام ہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الدین عند الله الإسلام﴾ [سورة آل عمران: ١٩]

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے''۔

تمام انبیاء ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے اور غیر اللہ کی عبادت چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے، اگرچہ ان کی شریعتیں اور احکام مختلف تھے لیکن سبھی ایک اساس

وبنیاد پر متفق تھے جو کہ توحید ہے۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الأنبياء إخوة لعلات﴾ [بخاری شریف]

''انبیاء آپس میں علاتی بھائی (جن کا باپ ایک ہے اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں) ہیں''۔

۶۔ تمام رسول بشر ہیں انہیں علم غیب بھی نہیں ہے

علم غیب اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے نہ کہ انبیاء کی صفات میں سے، اس لئے کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی ہیں وہ کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، شادی بھی کرتے ہیں، سوتے بھی ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں اور وہ تھکاوٹ بھی محسوس کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وما أرسلنا قبلك من المرسلين إلا إنهم ليأكلون الطعام ويمشون في الأسواق﴾ [سورة الفرقان: ۲۰]

''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے تھے''۔

اور فرمایا:

﴿ولقد أرسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم أزواجا وذرية﴾ [سورة الرعد: ۳۸]

''ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا''۔

اورانہیں بھی انسانوں کی طرح خوشی وغمی، مشقت وآسانی اور ہشاش وبشاش ہونا جیسے عوارض لاحق ہوتے ہیں، انہیں توصرف اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تبلیغ کیلئے منتخب فرمایا ہےاور وہ علم غیب بھی نہیں رکھتے بجزاس کے کہ جواللہ تعالیٰ ان کوخبر دے دے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ علم الغیب فلا یظهر علی غیبه أحدا ٭ إلا من ارتضیٰ من رسول فإنه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصدا ﴾ [سورة الجن: ۲۶،۲۷]

''وہ غیب کا جاننے والا ہےاوراپنے غیب پرکسی کومطلع نہیں کرتا،سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلےلیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دارمقررکردیتا ہے''۔

۷۔ رسولوں کا معصوم ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اوراس کی تبلیغ کیلئے کائنات میں سے افضل، پیدائشی اوراخلاقی اعتبار سے اکمل انسانوں کا انتخاب کیا ہے، انہیں کبیرہ گناہوں سے معصوم اورعیوب ونقائص سے مبرا بنایا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کواپنی امتوں تک پہنچائیں، وہ باتفاق امت اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کے پیغامات کوپہنچانے میں جوخبریں دیتے ہیں ان میں وہ معصوم ہیں۔

ارشادربانی ہے:

﴿یا أیها الرسول بلغ ما أنزل إلیک من ربک وإن لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس ﴾ [سورة المائدة: ۶۷]

''اے رسول! جوکچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچادیجئے۔اگرآپ نے ایسانہ کیاتو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادانہیں کی

اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا''۔

اور فرمایا:

﴿الـذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون أحدا إلا اللہ ﴾ [سورة الأحزاب: ۳۹]

''یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اسی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے''۔

اور فرمایا:

﴿لیعلـم أن قد أبـلغوا رسالات ربھم وأحاط بما لدیھم وأحصیٰ کل شيء عددا﴾ [سورة الجن: ۲۸]

''تا کہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیا ہے اور اس نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے''۔

اور جب کبھی ان سے کوئی ایسا صغیرہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کا تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لئے بیان فرما دیتے ہیں اور وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ وہ (صغیرہ گناہ) ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ اس کا وجود ہی نہ تھا، اور اسی کے ذریعے وہ سابقہ قدر و منزلت سے اونچی منزل حاصل کر لیتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو کامل اخلاق اور بہترین صفات سے خاص فرمایا ہے، اور انہیں ہر اس وصف سے منزہ پیدا کیا ہے جو انہیں ان کی قدر و مرتبت سے گرا دینے والا ہے''۔

۸۔ انبیاء ورسل کی تعداد اور سب سے افضل رسول

یہ بات ثابت ہے کہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ سے لے کر تین سو انیس تک ہے کیونکہ نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم سے رسولوں کی تعداد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

﴿ثلاثمائة وخمس عشرة جما وغفیرا﴾ [مستدرک حاکم]

''وہ تین سو پندرہ کی ایک بڑی جماعت ہے''۔

جبکہ انبیاء کی تعداد ان سے زیادہ ہے، ان میں سے بعض کے واقعات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں اور بعض کے واقعات بیان نہیں کیے۔ ان میں سے پچیس نبیوں اور رسولوں کے نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ورسلاً قد قصصناهم علیک من قبل ورسلا لم نقصصهم علیک﴾ [سورۃ النساء: ۱۶۴]

''اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں کیے''۔

اور فرمایا:

﴿وتلک حجتنا آتیناها إبراهیم علیٰ قومه نرفع درجت من نشاء إن ربک حکیم علیم ☆ ووهبنا له إسحٰق ویعقوب کلا هدینا ونوحا هدینا من قبل ومن ذریته داؤد وسلیمان وأیوب ویوسف وموسیٰ وهٰرون وکذلک نجزی المحسنین ☆ وزکریا ویحییٰ

وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین ☆ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العلمین ☆ ومن اٰبائهم وذریتهم وإخوانهم واجتبینٰهم وهدینٰهم إلی صراط مستقیم ﴾ [سورة الأنعام: ۸۳۔۸۷]

''یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے، اور ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور (نیز) زکریا کو اور یحیٰی کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو، سب نیک لوگوں میں سے تھے، اور (نیز) اسمٰعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط (علیہم السلام) کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی، اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کی''۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض ﴾ [سورة الإسراء: ۵۵]

''ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے''۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۵۳]

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''۔

اور ان میں سے افضل وہ رسول ہیں جو اولوالعزم (عزم والے، عالی ہمت) کہلاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور ہمارے پیارے نبی محمد علیہم الصلاۃ والسلام۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿فاصبر کما صبر أولو العزم من الرسل﴾ [سورۃ الأحقاف: ۳۵]

''پس (اے پیغمبر!) آپ ایسا صبر کریں جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا''۔

اور فرمایا:

﴿وإذ أخذنا من النبیین میثاقهم ومنک ومن نوح وإبراهیم وموسیٰ وعیسی بن مریم وأخذنا منهم میثاقا غلیظا﴾ [سورۃ الأحزاب: ۷]

''جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہم السلام) سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا''۔

اور محمد صلی علیہ والہ وسلم سب رسولوں میں سے افضل رسول ہیں اور وہ خاتم النبیین، امام المتقین اور سید ولد آدم ہیں اور جب تمام نبی اکٹھے ہوں تو وہ ان کے امام اور جب وہ تشریف لائیں تو وہ ان کے خطیب ہیں، اور وہی صاحب مقام محمود ہیں جس پر پہلے اور بعد میں آنے والے سبھی رشک کریں گے، اور آپ ہی صاحب لواء الحمد (جن کے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا) اور صاحب حوض ہیں جہاں پر لوگ وارد ہونگے، اور آپ ہی صاحب وسیلہ وفضیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین کی سب سے افضل شریعت

دے کر مبعوث فرمایا، اور آپ کی امت کو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی، بہترین امت بنایا، آپ کو اور آپ کی اُمت کو فضائل اور بہترین خوبیوں سے مزین فرمایا جو کہ آپ کو اور آپ کی امت کو سابقہ امتوں سے ممتاز کرتی ہیں، اور آپ کی امت پیدائش کے اعتبار سے سب سے آخری امت ہے لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھائی جانے والی ہے۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(فضلت على الأنبياء بست) [مسلم شریف]

''مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں سے فوقیت دی گئی''۔

اور آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

(أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وبيدى لواء الحمد ولا فخر، وما من نبي يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي يوم القيامة) [مسند أحمد وترمذی شریف]

''میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا اور مجھے کوئی فخر نہیں، اس قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے بھی انبیاء ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہونگے''۔

رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہونے کا مرتبہ و مقام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حاصل ہے، یہ دونوں خلیل اُولوالعزم رسولوں میں سے سب سے افضل ہیں پھر ان کے بعد باقی تینوں کا درجہ ہے۔

۹۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی بڑی بڑی نشانیوں اور نمایاں معجزات کے ساتھ

تائیدفرمائی ہے تاکہ یہ نشانیاں اور معجزات **دلیل** وبرہان بن جائیں یا کسی وقتی ضرورت کے پوری کرنے کا ذریعہ بن جائیں۔

مثلاً قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، لاٹھی کا سانپ بننا، پرندے کا مٹی سے پیدا کرنا اور دیگر اس طرح کی چیزیں ہیں۔

وہ معجزۃ جو مقتضائے عادت کے خلاف ہو وہ سچی نبوت کی **دلیل** ہے اور کرامت سچی نبوت کی شہادت دینے والے کی سچائی پر **دلیل** ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لقد أرسلنا رسلنا بالبینٰت﴾ [سورۃ الحدید: ۲۵]

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل دے کر مبعوث فرمایا''۔

اور آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

(ما من الأنبیاء نبی إلا وقد أوتي من الآیات ما مثله آمن علیه البشر وإنما کان الذی أوتیته وحیا أوحاہ إلي فأرجو أن أکون أکثرھم تابعا یوم القیامة) [بخاری ومسلم]

''ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ (اسی طرح کی نشانیوں کو دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں) ان کا کوئی اثر نہیں رہا اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اسکا اثر قیامت تک رہے گا) اس لئے مجھے امید ہے کہ روز قیامت میرے پیروکار دیگر پیغمبروں کے پیروکاروں سے زیادہ ہونگے''۔

ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا

آپ صلی علیہ والہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا، ایمان کی بنیادوں میں سے ایک

بہت بڑی بنیاد ہے اس کے بغیر ایمان متحقق نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿ومن لم يؤمن بالله ورسوله فإنا أعتدنا للكافرين سعيرا﴾ [سورة الفتح: ۱۳]

''اور جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کیلئے دھکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأني رسول الله) [مسلم شريف]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا (سچا) رسول ہوں''۔

اور ہمارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم پر ایمان مندرجہ ذیل چیزوں کے بغیر نامکمل ہے:

☆ ہمارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم کی معرفت، آپ کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے، جبکہ ہاشم قریش سے، قریش عرب سے، اور عرب اسماعیل بن ابراہیم خلیل علیہما السلام کی اولاد سے ہیں، آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی، جن میں سے چالیس برس نبوت سے پہلے کے ہیں اور تیئیس برس نبوت ورسالت کے ہیں۔

☆ آپ جس بات کی خبر دیں اس کی تصدیق کرنا، جس بات کا حکم کریں اس کی اطاعت کرنا، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جانا اور اللہ تعالی کی عبادت اس طریق پر کرنا جو آپ نے بتلایا ہے۔

☆ یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ تمام جن وانس کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ کی اتباع کیئے بغیر چارہ نہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿قل يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا﴾ [سورة الأعراف: ١٥٨]

''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔

☆ آپ کی رسالت پر ایمان لانا اور یہ کہ آپ تمام نبیوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ [سورة الأحزاب: ٤٠]

''اورلیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے (خاتم النبیین) ہیں''۔

اور آپ خلیل اللہ ہیں، بنی آدم کے سردار ہیں، شفاعتِ عظمیٰ کے والی ہیں، وسیلہ کی خاصیت آپ ہی کے ساتھ ہے جو کہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے، آپ ہی حوض کے والی ہیں جس پر لوگ (قیامت کے دن) وارد ہونگے، اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ [سورة آل عمران: ١١٠]

''تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے''

اور جنت میں سب سے زیادہ تعداد آپ کی امت سے ہوگی، اور آپ کی رسالت

سابقہ تمام رسالتوں کو منسوخ (ختم) کرنے والی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک بہت بڑے معجزے سے تائید فرمائی اور اسے بطور نشانی ظاہر فرمایا، وہ قرآن عظیم ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اور ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن علىٰ أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا﴾ [سورة الإسراء: ۸۸]

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انس وجن مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو وہ سب اس کے مثل نہ لاسکیں گے چاہے وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں"۔

اور فرمایا:

﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحفظون﴾ [سورة الحجر: ۹]

"بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

☆ اس بات پر ایمان لانا کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی ہے، امانت کو ادا کر دیا ہے اور امت کو نصیحت کر دی ہے، پس کوئی بھلائی بھی ایسی نہیں ہے جس کے متعلق آپ نے امت کی راہنمائی نہ فرمائی ہو اور اس کے بارہ میں ترغیب نہ دی ہو، اور نہ کوئی برائی ایسی ہے کہ آپ نے امت کو اس سے منع نہ کیا ہو اور نہ ہی ڈرایا ہو"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص

علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم ﴾ [سورة التوبة: ١٢٨]

''البتہ تحقیق تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا نہایت گراں گزرتا ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(ما من نبی بعثه الله فی أمة قبلی إلا کان حقا علیه أن یدل أمته علی خیر ما یعلمه لهم ویحذر أمته من شر ما یعلمه لهم) [مسلم شریف]

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر اس بھلائی سے آگاہ کرے جس کو وہ ان کیلئے جانتا ہے اور ہر اس برائی سے ڈرائے جسے وہ ان کے لئے جانتا ہے''۔

☆ آپ صلی علیہ والہ وسلم سے محبت کرنا، آپ کی محبت کو نفس اور ساری مخلوق کی محبت سے مقدم کرنا، آپ کی تعظیم وتوقیر، آپ کا اجلال، آپ کا احترام اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا، بے شک یہ تمام چیزیں ان حقوق میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی صلی علیہ والہ وسلم کیلئے واجب وفرض قرار دیا ہے، بے شک آپ سے محبت کرنا (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قل إن کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم ﴾ [سورة آل عمران: ٣١]

''آپ کہہ دیجئے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين) [بخاري ومسلم]

"تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (محمد صلی علیہ والہ وسلم) اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہوجاتا"۔

☆ آپ صلی علیہ والہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا اور اس عمل کو کثرت سے کرنا، بے شک وہ شخص بخیل اور کنجوس ہے جس کے پاس آپ کا نام لیا جاتا ہے پھر وہ آپ صلی علیہ والہ وسلم پر درود نہیں بھیجتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الله وملـئكته يصلون على النبي يأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ [سورة الأحزاب: ٥٦]

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو"۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(من صلى عليّ واحدة صلى الله عليه بها عشرا) [مسلم شریف]

"جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمادیتا ہے"۔

بعض مقامات میں آپ صلی علیہ والہ وسلم پر درود بھیجنا انتہائی ضروری ہے، مثلاً:

نماز ادا کرتے ہوئے تشہد کی حالت میں، قنوت میں، نماز جنازہ میں، جمعہ کے خطبہ میں، آذان کے بعد، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، دعا کرتے ہوئے اور جس وقت آپ صلی علیہ والہ وسلم کا نام لیا جائے اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے مواقع ہیں جہاں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے۔

☆ بے شک نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور وہ برزخی زندگی ہے جو کہ شہداء کی زندگی سے اعلیٰ واکمل ہے لیکن ان کی یہ زندگی دنیاوی زندگی کی طرح (قطعاً) نہیں ہے، وہ تو ایک ایسی زندگی ہے جس کی کیفیت کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں اور ان سے موت کا لفظ بھی زائل نہیں کیا جاسکتا۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(إن اللہ حرم علی الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء) [سنن أبی داؤد وسنن النسائی]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کے کھانے کو حرام فرما دیا ہے''۔

اور آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

(ما من مسلم يسلم علـيّ إلا رد اللہ علی روحی کی أرد علیہ السلام) [أبو داؤد شریف]

''جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس لوٹا دیتے ہیں تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں''۔

☆ نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کے احترام میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زندگی میں آپ کے پاس آوازوں کو بلند نہ کیا جائے اور اسی طرح آپ کی قبر مبارک پر سلام پڑھتے ہوئے بھی۔

ارشاد رب العزت ہے:

﴿یأیھا الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لا تشعرون﴾ [سورۃ الحجرات: ۲]

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ اونچی آواز سے ان سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت چلے جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کی حرمت آپ کو دفن کرنے کے بعد اسی طرح ہے جس طرح آپ کی زندگی کے دنوں میں تھی، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم بھی آپ کا احترام اسی طرح کریں جس طرح پہلے لوگوں کی جماعت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کیا، وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی پیروی کرنے والے تھے اور آپ کی مخالفت اور دین میں بدعات ایجاد کرنے میں وہ سب سے زیادہ دوری اختیار کرنے والے تھے۔

☆ آپ صلی علیہ والہ وسلم کے صحابہ، اہل بیت اور تمام بیویوں سے محبت وعقیدت رکھنا، ان کی شان میں تنقیص کرنے، یا ان کو گالی دینے، یا ان کے بارے میں کسی قسم کی طعن وتشنیع سے گریز کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے اور انہیں اپنے نبی صلی علیہ والہ وسلم کی صحبت کیلئے پسند فرمایا ہے اور اس امت پر ان سے عقیدت

ومحبت کو واجب قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿والسبقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه﴾ [سورة التوبة: ۱۰۰]

''اور مہاجرین وانصار میں جو پہلے اسلام لائے اور پہلے ہجرت کی اور جنہوں نے بھلائی کے کاموں میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

(لا تسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أنفق أحدكم مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه) [بخاری شریف]

''تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ''احد'' پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد (تقریباً گیارہ چھٹانک کا ایک پیمانہ) یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

نیز ان کے بعد میں آنے والے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ اللہ تعالی سے ان کیلئے بخشش طلب کی جائے اور سوال کیا جائے کہ اے اللہ ہمارے دلوں میں ان کیلئے کسی قسم کا کینہ نہ رہنے دے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك

رؤوف رحیم ﴾ [سورۃ الحشر: ۱۰]

''اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں وہ کہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے''۔

☆ آپ صلی علیہ والہ وسلم کے بارے میں غلو سے اجتناب کرنا، یہ بات (غلو) آپ کیلئے بہت زیادہ اذیت کا باعث ہے، آپ صلی علیہ والہ وسلم نے بذات خود بھی اپنی امت کو اپنے بارے میں غلو کرنے، آپ کی مدح و سرائی میں حد سے تجاوز کرنے اور آپ کا وہ مرتبہ و مقام جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا اس سے بڑھا کر اس مقام تک پہنچانے سے (جو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے) منع فرمایا ہے۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(إنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله، لا أحب أن ترفعوني فوق منزلتي)

''میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس تم بھی کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھ کو میرے مرتبہ و مقام سے بلند کرو''۔

نیز فرمایا:

(لا تطروني كما أطرت النصارىٰ ابن مريم) [بخاری شریف]

''تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مبالغہ کیا''۔

آپ سے دعا کرنا، آپ سے مدد طلب کرنا، آپ کی قبر مبارک کا طواف کرنا، آپ

کے نام کی نذر ونیاز دینا، آپ کیلئے ذبح کرنا یہ سب کام شرکیہ ہیں ان میں سے کوئی بھی درست اور جائز نہیں۔

اسی طرح اس کے برعکس نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا احترام نہ کرنا جو آپ کی عزت گھٹانے یا شان میں تنقیص کا باعث ہو، یا آپ کو حقیر جاننا، یا آپ سے ٹھٹھا کرنا اسلام سے مرتد ہونا اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ۔

﴿قل أبالله وآيته ورسوله كنتم تستهزء ون ☆ لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم﴾ [سورة التوبة: ٦٦]

”آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کیلئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو چکے ہو“۔

پس نبی کریم صلی علیہ والہ وسلم سے سچی محبت وہی ہے جو آپ کی سیرت کی اقتداء، آپ کی سنت کی اتباع اور آپ کے راستے کی جو چیزیں مخالف ہیں انہیں چھوڑنے پر ابھارتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾ [سورة آل عمران: ٣١]

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے“۔

لہٰذا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم کی تعظیم میں افراط وتفریط سے گریز کیا جائے، نہ تو آپ کو اللہ تعالیٰ جیسی صفات سونپی جائیں اور نہ ہی آپ کے اس مرتبہ ومقام، احترام اور محبت میں کمی کی جائے جس کی بناء پر آپ کی شریعت کی اتباع، آپ کی سیرت کی اقتداء اور آپ صلی علیہ والہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی جاتی ہے۔

☆ اس وقت تک نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم پر ایمان درست نہ ہوگا جب تک آپ کی تصدیق نہ کی جائے اور جو شریعت آپ لائے اس پر عمل نہ کیا جائے۔

یہی معنی ہے اپنے آپ کو آپ صلی علیہ والہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار کرنے کا، پس آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی تصدیق اور آپ کی اتباع کے درست اور مکمل ہونے سے انسان کا آپ پر ایمان مکمل اور درست ہو جاتا ہے۔

پانچواں رکن

ا۔ آخرت پر ایمان لانا

دنیاوی زندگی کی انتہاء اور اس کے بعد ایک دوسرے جہاں میں داخل ہونے کے اعتقاد کا نام ہے، جو موت اور برزخی زندگی سے شروع ہو کر قیامت کے آنے، پھر اٹھائے جانے، حشر نشر اور جزاء سے لے کر لوگوں کے جنت یا جہنم میں داخل ہونے تک کو شامل ہے۔

آخرت پر ایمان لانا ایمان کے ان ارکان میں سے ایک ہے جس کے بغیر انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا، جو کوئی اس کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولکن البر من ء امن باللہ و الیوم الآخر﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۷۷]

''بلکہ حقیقتاً اچھا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لائے''۔

نیز حدیث جبریل میں ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے ایمان کے بارے میں خبر دیجئے؟ تو آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

(أن تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ) [مسلم شریف ۱/۱۵۷]

''یہ کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت پر اور تقدیر کے اچھے و برے ہونے پر''۔

نیز آخرت یعنی روز قیامت کے مقدمات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے خبر دی ہے جو کہ قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے ہیں۔

علماءکرام نے ان علامات کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

علاماتِ صغریٰ

وہ علامات جو قیامت کے قرب پر دلالت کرتی ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں، اگر چہ اغلب تو نہیں لیکن ان میں سے کافی ساری واقع ہو چکی ہیں۔مثلاً: نبی کریم صلی علیہ والہ وسلم کی بعثت، امانت کا ضائع ہونا، مساجد کو آراستہ وپیراستہ کرنا اور ان پر فخر کرنا، چرواہوں کا لمبی لمبی بلڈنگیں تعمیر کرنا، یہود سے لڑائی کرنا اور ان کا قتل، زمانے کا قریب ہونا، عمل کا کم ہونا، فتنوں کا ظہور، قتل اور فسق وزنا کی کثرت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اقتربت الساعة وانشق القمر﴾ [سورة القمر: ۱]

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا''۔

علاماتِ کبریٰ

یہ وہ علامات ہیں جو قیامت سے پہلے ظاہر ہونگی اور گواہی دیں گی کہ قیامت کا وقوع ہونے والا ہے، وہ دس علامتیں ہیں جن میں سے ابھی تک کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

امام مہدی کا خروج، دجال کا ظہور، عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے بطور عادل حاکم نزول، اس کے بعد وہ صلیب کو توڑیں گے، دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کریں گے اور شریعت اسلام سے فیصلہ فرمائیں گے، اور یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا چنانچہ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر بددعا کریں گے تو وہ مرجائیں گے، اور تین خسف (دھنسنا) ہونگے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں، اور دھوئیں کا ظہور ہوگا جو کہ آسمان سے بہت بڑی شکل میں ظاہر ہوگا اور تیزی سے پھیل کر

تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا، اور قرآن مجید کو زمین سے آسمان کی طرف اٹھالیا جائے گا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، پھر دابہ (چوپائے) کا خروج ہوگا، اور اور ملک عدن سے ایک بہت بڑی آگ نکلے گی جو لوگوں کو سرزمین شام کی طرف جمع کرے گی، اور یہ علامت بڑی علامتوں میں سے سب سے آخری علامت ہوگی۔

حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے تو آپ نے سوال کیا کہ تم کیا گفتگو کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو آپ صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: (إنها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات، فذكر: الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسىٰ بن مريم، ويأجوج، وثلاث خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس إلى محشرهم) [مسلم شريف]

''کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لوگے پھر آپ نے ان کو ذکر فرمایا: دھواں، دجال، دابہ، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، قوم یاجوج، اور تین خسف: ایک مشرق میں ہوگا دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخری نشانی آگ کا نکلنا ہے جو ملک یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان محشر میں جمع کردے گی''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(يخرج في آخر أمتي المهدي يسقيه الله الغيث، وتخرج الأرض نباتها، ويعطي المال صحاحا، وتكثر الماشية، وتعظم الأمة، يعيش

سبعا أو ثمانیا، یعنی حججا) [مستدرک حاکم]

''آخر زمانے میں مہدی کاظہور ہوگا(ان کی دعاپر) اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے، زمین اپنی انگوریاں نکالے گی، صحیح آدمی کو مال پیش کیا جائے گا، چوپائے بکثرت ہونگے اورامت بہت بڑی ہوگی، وہ سات یا آٹھ برس زندہ رہیں گے''۔

احادیث میں یہ بات بھی وارد ہوئی ہے کہ یہ نشانیاں لگاتار، پے درپے واقع ہونگی جیسے دھاگے میں پٹھ کے دانے پروئے ہوئے ہوتے ہیں، جب ایک نشانی ظاہر ہوگی تو دوسری فوراً اس کے بعد آئیگی، جب یہ نشانیاں ختم ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت قائم ہوجائے گی۔

قیامت سے مراد

وہ دن ہے جس دن لوگ اپنے رب کے حکم سے اپنی اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تاکہ ان کا حساب کیا جاسکے، چنانچہ نیکوکار کوانعام اور برے کوعذاب دیا جائے گا۔

ارشادربانی ہے:

﴿یوم یخرجون من الأجداث سراعا کأنهم إلى نصب یوفضون﴾ [سورۃ المعارج: ۴۳]

''جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے، گویا کہ وہ کسی جگہ کی طرف تیز تیز جارہے ہیں''۔

اس دن کوقرآن کریم میں ایک سے زائد ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں: یوم القیامہ، القارعہ، یوم الحساب، یوم الدین، الطامہ، الواقعہ، الحاقہ، الصاخہ، الغاشیہ وغیرہ۔

۱۔ یوم القیامة (قیامت کادن)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿لا أقسم بیوم القیامة﴾ [سورة القیامة: ۱]

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی''۔

۲۔ القارعة (کھڑکھڑا دینے والی)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿القارعة ٭ ما القارعة﴾ [سورة القارعة: ۱، ۲]

''کھڑکھڑا دینے والی، کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی''۔

۳۔ یوم الحساب (حساب کا دن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الذین یضلون عن سبیل الله لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾ [سورة ص: ۲۶]

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے''۔

۴۔ یوم الدین (جزاء کا دن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وإن الفجار لفی جحیم ٭ یصلونھا یوم الدین﴾ [سورة الانفطار: ۱۴، ۱۵]

''اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہونگے، وہ اس میں بدلے والے دن داخل ہونگے''۔

۵۔ الطآمة (آفت)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿فإذا جاء ت الطآمة الکبریٰ﴾ [سورة النازعات: ۳۴]

''پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی''۔

۶۔ الواقعة (واقع ہونے والی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إذا وقعت الواقعة﴾ [سورة الواقعة: ۱]

''جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوجائے گی''۔

۷۔ الحاقة (ثابت ہونے والی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الحاقة ☆ ما الحاقة﴾ [سورة الحاقة: ۱، ۲]

''ثابت ہونے والی، ثابت ہونے والی کیا ہے؟''۔

۸۔ الصاخة (کان بہرے کردینے والی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فإذا جاء ت الصاخة﴾ [سورة عبس: ۳۳]

''پس جب کان بہرے کردینے والی (قیامت) آجائے گی''۔

۹۔ الغاشية (چھپا لینے والی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هل أتٰک حدیث الغاشية﴾ [سورة الغاشية: ۱]

''کیا تیرے پاس چھپا لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے''۔

آخرت پر ایمان لانے کا طریقہ

آخرت پر ایمان لانا دو طرح کا ہے: اجمالی و تفصیلی:

اجمالی ایمان:

یہ ہے کہ ہم ایک ایسے دن پر ایمان لائیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ پہلوں اور بعد والوں سب کو جمع کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور دوسرا جہنم میں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قل إن الأولين والآخرين ☆ لمجموعون إلى ميقات يوم معلوم﴾ [سورة الواقعة: ۴۹، ۵۰]

''آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ضرور ایک مقررہ دن کے وقت جمع کیے جائیں گے''۔

تفصیلی ایمان:

موت کے بعد جس قدر تفاصیل ہیں ان پر ایمان لانا، یہ تفاصیل مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

ا۔ قبر کی آزمائش

اس سے مراد وہ سوال ہے جو میت سے اس کے دفن کیے جانے کے بعد اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی، نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کے متعلق پوچھا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرمائیں گے، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ بندے سے جب سوال کیا جائے گا تو وہ کہے گا:

(ربي الله، وديني الإسلام، ونبيي محمد صلى الله عليه وسلم) [بخاری ومسلم]

''کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم

ہیں‘‘۔

لہٰذا جن باتوں پر احادیث دلالت کر رہی ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ فرشتوں کا سوال کرنا۔اس کی کیفیت اور وہ جواب جو مومن دیتا ہے اور وہ جواب جو منافق دیتا ہے۔

۲۔قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں

قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں پر ایمان لانا واجب ہے،اور وہ (قبر) یا تو آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے،اور وہ آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے،جو کوئی وہاں کامیاب ہوگیا اس کیلئے بعد والے مراحل اس کی بہ نسبت آسان ہونگے،اور جو کوئی اس میں ناکام ہوگیا اس کیلئے بعد والے مراحل اور سخت ہونگے اور جو کوئی فوت ہو جائے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ملتا ہے،کبھی کبھی یہ چیزیں اکیلی روح کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔قبر کا عذاب ظالموں اور اس کی نعمتیں سچے ایمانداروں کیلئے ہیں۔

میت کو عالم برزخ میں عذاب دیا جاتا ہے یا اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے، چاہے اسے دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے، چاہے اسے جلا ڈالا جائے، یا غرق کر دیا جائے، یا اسے درندے اور پرندے کھا جائیں، (ہر صورت میں) لازم ہے کہ اسے یا تو عذاب حاصل ہو یا نعمتیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة أدخلوا ء ال فرعون أشد العذاب﴾ [سورة غافر: ۴۶]

''آگ ہے جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

(فلولا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر) [مسلم شریف]

''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنادے''۔

۳۔صور میں پھونکنا

صور ایک سینگ ہے جس میں اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے جب وہ پہلی دفعہ پھونک ماریں گے تو تمام مخلوقات مرجائیں گی سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر وہ دوسری دفعہ پھونک ماریں گے تو روز اول سے تا قیامت جس قدر مخلوقات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں سب اٹھ کھڑی ہونگی۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الأرض إلا من شاء الله ثم نفخ فيه أخرىٰ فإذا هم قيام ينظرون ﴾ [سورة الزمر: ٦٨]

''اور صور میں پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ یکدم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

(ثم ينفخ في الصور فلا يسمعه أحد إلا أصغى ليتا ورفع ليتا، ثم لا

یبقیٰ أحد إلا صعق، ثم ینزل اللہ مطرا کأنه الطل، فتنبت منه أجساد الناس، ثم ینفخ فیه أخری فإذا هم قیام ینظرون) (مسلم شریف]

''پھر صور میں پھونکا جائے گا جو کوئی بھی اس کی آواز کو سنے گا وہ اپنی گردن کو مائل کرے گا اور بلند کرے گا، پھر کوئی بھی باقی نہ رہے گا سبھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالی بارش نازل فرمائیں گے گویا کہ وہ ہلکی پھوار ہوگی اس سے لوگوں کے جسم اگنا شروع ہو جائیں گے پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سبھی اٹھ کر دیکھنا شروع کر دیں گے''۔

۴۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا

اس سے مراد اللہ تعالی کا مردوں کو زندہ کرنا ہے جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تب تمام لوگ رب العالمین کیلئے اٹھ کھڑے ہونگے، جب اللہ تعالی صور پھونکنے اور جسموں میں روحوں کو لوٹانے کا اذن فرمائیں گے تو اس وقت لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور تیزی سے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنوں کے اور خالی ہاتھ میدان محشر کی طرف بھاگیں گے، وہاں ان کو ایک لمبی مدت ٹھہرنا ہوگا، سورج بھی ان سے قریب ہوگا جس کی تپش میں اضافہ ہوگا، میدان محشر میں سختی اور شدت کی بناء پر ان کو پسینے کی لگام میں ڈالی جائیں گی، ان میں سے بعض کا پسینہ ان کے ٹخنے تک ہوگا اور بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا پہلوؤں تک اور بعض کا چھاتیوں تک اور بعض کا کندھوں تک اور ان میں سے بعض ایسے ہونگے جن کے پسینے ان کے منہ کا لگام بن رہے ہوں گے، یہ سب کچھ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔

بعث یعنی مرنے کے بعد اٹھنا برحق اور ثابت ہے اس پر شرع، حس اور عقل دلالت کرتی ہے:

شرعی دلائل

اللہ تعالیٰ کی کتاب سے بہت ساری آیات اور رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم کی سنت سے صحیح نصوص اس (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا) کے اثبات اور برحق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قل بلیٰ وربی لتبعثن﴾ [سورة التغابن: ۷]

''آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے''۔

نیز فرمایا:

﴿کما بدأنا أول خلق نعیده﴾ [سورة الأنبیاء: ۱۰۴]

''جیسا کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح ہم دوبارہ کریں گے''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه أحد إلا أصغی لیتا ورفع لیتا، ثم لا یبقی أحد إلا صعق، ثم ینزل اللہ مطرا کأنه الطل أو الظل۔ شک الراوی ـ فتنبت أجسام الناس، ثم ینفخ فیه أخریٰ فإذا هم قیام ینظرون) [مسلم شریف ۴/ ۲۲۵۹]

''پھر صور میں پھونکا جائے گا جو کوئی بھی اس کی آواز کو سنے گا وہ اپنی گردن کو مائل کرے گا اور بلند کرے گا پھر کوئی بھی باقی نہ رہے گا سبھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے گویا کہ وہ ہلکی پھوار ہوگی یا سائبان (یہ راوی کو شک ہے) اس سے لوگوں کے جسم اگنا شروع ہو جائیں گے پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جائیگا تو سبھی اٹھ کر دیکھنا شروع کر دینگے''۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قال من یحیی العظیم وھی رمیم ☆ قل یحییھا الذی أنشأھا أول مرۃ وھو بکل خلق علیم﴾ [سورۃ یس: ۷۸، ۷۹]

''کہنے لگا: ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجئے: کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، اور وہ سب طرح کی پیدائش کو بخوبی جاننے والا ہے''۔

حسی دلائل

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس دنیا میں مردوں کو زندہ کر کے دکھلایا ہے۔ سورۃ بقرہ میں اس کی پانچ مثالیں موجود ہیں اور وہ یہ ہیں:

موسیٰ علیہ السلام کی قوم جن کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا، بنی اسرائیل کا ایک مقتول، اس قوم کا واقعہ جو موت سے فرار حاصل کرتے ہوئے اپنے گھروں سے بھاگ نکلے، اس شخص کا واقعہ جو ایک بستی کے پاس سے گزرا اور ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کا واقعہ۔

عقلی دلائل

عقل سے استدلال دو طرح سے ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پیدا کرنے والا ہے، اسی نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی صلاحیت وقدرت رکھنے والا اس کو دوبارہ لوٹانے سے عاجز نہیں ہو سکتا۔

۲۔ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے جس میں کسی قسم کی زندگی کے آثار دکھائی نہیں دیتے پھر اللہ تعالیٰ اس پر بارش نازل فرماتے ہیں تو وہ ابھرنے والی، زندہ اور پر رونق

نباتات والی بن جاتی ہے،لہٰذا جوہستی زمین کو مردہ ہونے کے بعد اس کے زندہ کرنے پر قادر ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

۵۔حشر،حساب اور جزا

ہم جسموں کے اکٹھا کرنے،ان سے سوال وجواب کرنے،ان کے درمیان عدل وانصاف کرنے اور مخلوق کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دینے پر ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وحشرناهم فلم نغادر منهم أحدا﴾ [سورة الكهف: ٤٧]

''اور تمام لوگوں کو ہم اکٹھا کریں گے،ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے''۔

نیز فرمایا:

﴿فأما من أوتي كتابه بيمينه فيقول هآؤم اقرءوا كتابيه ۞ إني ظننت أني ملق حسابيه ۞ فهو في عيشة راضية﴾ [سورة الحاقة: ١٩۔٢١]

''سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو،مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے،پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا''۔

مزید فرمایا:

﴿وأما من أوتي كتابه بشماله فيقول يليتني لم أوت كتابيه ۞ ولم أدر ما حسابيه﴾ [سورة الحاقة: ٢٥، ٢٦]

''سو وہ شخص جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا کہ

کاش مجھے میرا نامہ اعمال دیا ہی نہ جاتا، اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے"۔

حشر سے مراد لوگوں کو چلانا اور ان کو میدان محشر کی طرف جمع کرنا ہے تا کہ ان کا حساب و کتاب کیا جا سکے، حشر اور بعث کے درمیان فرق یہ ہے کہ بعث سے مراد روحوں کو جسموں کی طرف لوٹانا ہے اور حشر سے مراد ان لوگوں کو جو دوبارہ زندہ کئے گئے میدان محشر کی طرف لے جانا اور جمع کرنا ہے۔

حساب و جزا

اس سے مراد باری تعالٰی کا اپنے بندوں کو اپنے سامنے کھڑا کرنا اور ان کو ان کے وہ اعمال بتانا جو انہوں نے کئے ہیں۔

پس مومن اور متقی لوگوں کا حساب کتاب ایسے ہوگا کہ ان کے اعمال ان پر پیش کئے جائیں گے تا کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالٰی کے فضل و احسان کو جان سکیں کہ ان (کے عیبوں) پر دنیا میں پردہ پوشی کی گئی اور آخرت میں ان سے درگزر کیا گیا، ان کو اپنے اپنے ایمان کے مطابق اکٹھا کیا جائیگا فرشتے ان کا استقبال کرینگے اور انہیں جنت کی بشارت دیں گے اور انہیں سخت مصیبت و گرمی والے دن کی گھبراہٹ اور ہولناکی سے امن کا پیغام دیں گے، چنانچہ ان کے چہرے سفید (چمکدار) ہوں گے وہ اس دن روشن (چہروں والے) ہنستے ہوئے ہشاش بشاش ہونگے۔

جبکہ جھٹلانے والوں اور اعراض کرنے والوں کا حساب بڑی شدت اور باریک بینی سے ہر چھوٹے اور بڑے عمل پر محاسبہ کرتے ہوئے کیا جائیگا، قیامت کے دن انہیں چہروں کے بل انہیں ذلیل کرتے ہوئے کھینچا جائیگا جو انہوں نے (برا) عمل کیا اور تکذیب کی یہ اس کا بدلہ ہوگا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارے پیارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم کی امت

کا حساب وکتاب ہوگا، ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ایسے ہونگے جو اپنی توحید کے کامل ہونے کی بناء پر بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہونگے، یہ وہ لوگ ہونگے جن کا وصف نبی صلی علیہ والہ وسلم نے اپنے فرمان سے بیان کیا ہے کہ (لا یسترقون ولا یکتوون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون) ''وہ دم جھاڑا نہیں کرواتے، وہ داغ نہیں لگواتے، وہ بدشگونی وبدفالی نہیں لیتے اور وہ اپنے رب پر توکل وبھروسہ کرتے ہیں۔

جلیل القدر صحابی عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اسی جماعت میں شامل ہیں۔

حقوق اللہ میں سب سے پہلے بندے سے اس کی نماز کے متعلق حساب ہوگا، اور لوگوں کے درمیان حقوق میں سے سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔

۶۔ حوض

ہم نبی صلی علیہ والہ وسلم کے حوض پر ایمان لاتے ہیں، وہ ایک عظمت والا حوض اور باعزت گھاٹ ہے، وہ قیامت کے چٹیل میدان میں ہوگا جس کا مشروب جنت کی نہر کوثر سے لیا جائیگا، اس پر امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے صرف ایماندار ہی تشریف لائیں گے۔

اوصاف حوض

اس کا مشروب دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار ہوگا، اس (حوض) کی وسعت انتہاء درجے کی ہوگی، اس کا طول وعرض برابر ہوگا، اس کے گوشوں میں سے ہر گوشہ ایک مہینے کی مسافت پر ہوگا، اس میں دو پرنالے ہونگے جو جنت سے آرہے ہونگے اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہونگے، اور جو کوئی اس میں سے ایک گھونٹ

پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حوضی مسیرة شهر، ماؤه أبيض من اللبن، وريحه أطيب من المسک، وکيزانه کنجوم السماء، من شرب منه فلا يظمأ أبدا)

[بخاری شریف]

"میرا حوض ایک ماہ کی مسافت پر ہوگا، اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوگی، اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، جو کوئی اس سے پی لے گا وہ کبھی پیاس محسوس نہ کریگا"۔

۷۔ شفاعت

جب میدان محشر کے کٹہرے میں لوگوں پر آزمائش کی گھڑی شدت اختیار کر جائے گی اور ان کا وہاں پر ٹھہرنا طویل ہو جائیگا تو پھر وہ کوشش کریں گے کہ اللہ تعالی کے پاس کوئی ان کی شفاعت کر دے تا کہ انہیں ان ہولنا کیوں سے نجات مل سکے، لیکن (یہ کام کرنے سے) اولوالعزم پیغمبر بھی معذرت کریں گے یہاں تک کہ معاملہ ختم رسل، ہمارے پیارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم جن کے اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں تک پہنچے گا، چنانچہ آپ ایک ایسے مقام پر فائز ہونگے جس کی پہلے اور پچھلے سب تعریف کریں گے، اس سے آپ کا بلند درجہ اور عظیم قدر و منزلت ظاہر ہوگی، پس آپ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہونگے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حمد و ثنا کے کلمات الہام فرمائیں گے جن سے آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور بزرگی بیان کریں گے اور اپنے رب سے اجازت طلب کریں گے، پھر آپ کو اجازت عنائت کی جائیگی کہ آپ مخلوق کی سفارش کریں تا کہ بندوں کے مابین فیصلہ کیا جا سکے بعد اس کے کہ ان کو اس

قدر غم اور تکالیف پہنچیں جن کی وہ ہمت واستطاعت نہ رکھتے تھے۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إن الشمس تدنو يوم القيامة حتى يبلغ العرق نصف الأذن فبينماهم كذلك، استغاثوا بآدم ثم بابراهيم ثم بموسىٰ ثم بعيسىٰ ثم بمحمد صلى الله عليه وسلم، فيشفع ليقضى بين الخلق، فيمشى حتى يأخذ بحلقة الباب، فيومئذ يبعثه الله مقاما محمودا يحمده أهل الجمع كلهم) [بخاری شریف]

''قیامت کے دن سورج اس قدر قریب ہو جائیگا کہ پسینہ نصف کان تک پہنچے گا، لوگ اسی حالت میں ہونگے، اسی دوران وہ حضرت آدم پھر ابراہیم پھر موسیٰ پر، پھر عیسیٰ علیہم السلام اور پھر محمد صلی علیہ والہ وسلم سے فریاد کریں گے کہ ان کی سفارش کی جائے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پس آپ چلیں گے یہاں تک آپ دروازے کے ایک کڑے کو پکڑلیں گے، پھر اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر سرفراز فرمائیں گے جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے''۔

یہی وہ شفاعت عظمیٰ (بڑی سفارش) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی علیہ والہ وسلم کے لئے خاص فرمایا ہے، اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کیلئے دوسری شفاعات بھی ثابت ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کی اجازت کیلئے شفاعت۔

اس کی دلیل نبی صلی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

(آتى باب الجنة يوم القيامة فاستفتح، فيقول الخازن من أنت؟

قال فأقول محمد، فیقول بک أمرت لا أفتح لأحد قبلک) [مسلم شریف]

''میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر دروازہ کھلواؤں گا،تو دربان کہے گا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ محمد صلی علیہ والہ وسلم ہوں،تو وہ کہے گا کہ آپ ہی کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کیلئے دروازہ نہ کھولوں''۔

۲۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی ایسی قوم کے بارہ میں شفاعت جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی، آپ ان کیلئے شفاعت فرمائیں گے کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائے۔ یہ بعض اہل علم کا مسلک ہے اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث نبی صلی علیہ والہ وسلم سے یا کسی اور سے منقول نہیں۔

۳۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی ایسی قوموں کے بارہ میں شفاعت جو جہنم کے مستحق ہونگے کہ انہیں اس میں داخل نہ کیا جائے۔

اس کی دلیل آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ عمومی فرمان ہے:

(شفاعتی لأهل الکبائر من أمتی) [أبو داؤد شریف]

''میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے میری شفاعت ہوگی''۔

۴۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی جنتیوں کے جنت میں درجات کی بلندی کیلئے شفاعت۔

اس کی دلیل آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

(اللهم اغفر لأبی سلمة و ارفع درجته فی المهدیین) [مسلم شریف]

''اے اللہ! ابو سلمہ کو معاف فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات کو بلند فرما''۔

۵۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی ایسی جماعت کے بارہ میں شفاعت جو بغیر حساب وبغیر عذاب کے جنت میں داخل ہونگے۔

اس کی دلیل عکاشہ بن محصن کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ستر ہزار افراد جنت میں بغیر حساب وبغیر عذاب کے داخل ہونگے، نبی صلی علیہ والہ وسلم نے اس کیلئے دعا فرمائی:

(اللهم اجعله منهم) [بخاری ومسلم]

''اے اللہ! اسے بھی ان میں شامل فرما''۔

۶۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی اپنی امت کے ان اہل کبائر کیلئے شفاعت جو جہنم میں داخل ہونگے کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے۔

اس کی دلیل آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

(شفاعتی لأهل الكبائر من أمتي) [أبو داؤد شريف]

''میری امت کے اہل کبائر کیلئے میری شفاعت ہوگی''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے:

(يخرج قوم من الناس بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم فيدخلون الجنة يسمون الجهنميين) [بخاری شریف]

''محمد صلی علیہ والہ وسلم کی شفاعت سے ایک قوم کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائیگا، وہ جھنمیین کے نام سے پکارے جائیں گے''۔

۷۔ آپ صلی علیہ والہ وسلم کی تخفیف عذاب کیلئے شفاعت ایسے شخص کے بارہ میں جو اس کا مستحق ہوگا، جیسا کہ آپ اپنے چچا ابو طالب کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس کی دلیل آپ صلی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

(لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه) [بخاری ومسلم]

''شاید کہ اسے قیامت کے دن میری شفاعت نفع دے، پس اسے تھوڑی سی آگ میں رکھا جائیگا جو کہ ان کے ٹخنوں تک ہوگی، اس سے اس کا دماغ جوش ماریگا''۔

نیز اللہ تعالٰی کے ہاں شفاعت کی درستگی کے لئے دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

ا۔ شفاعت کرنے والے اور جس کے حق میں شفاعت کی گئی دونوں سے اللہ تعالٰی کا راضی ہونا۔

ب۔شفاعت کرنے والے کیلئے اللہ کی اجازت کا ہونا کہ وہ شفاعت کرے۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

﴿ولا يشفعون إلا لمن ارتضى﴾ [سورة الأنبياء: ٢٨]

''اور وہ کسی کی بھی شفاعت نہیں کرتے سوائے ان (لوگوں) کے جن سے اللہ تعالٰی خوش ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿من ذا الذي يشفع عنده إلا بإذنه﴾ [سورة البقرة: ٢٥٥]

''کون ہے جو اس کے پاس بغیر اس کے حکم کے سفارش کرے''۔

۸۔میزان

میزان حق ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اسے اللہ تعالٰی قیامت کے دن بندوں کے اعمال کو تولنے کے لئے نصب کرے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے۔ یہ ایک حسی میزان ہے اس کے دو پلڑے اور ایک کانٹا ہے۔ اس کے ذریعہ اعمال یا نامۂ اعمال یا خود عامل کو وزن کیا جائے گا اور ساری چیزیں وزن کی جاسکتی ہیں

لیکن وزنی یا ہلکا ہونے میں اعتبار صرف عمل کا ہے، عامل کی ذات یا صحیفوں کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئا و إن كان مثقال حبة من خردل أتينا بها و كفىٰ بنا حاسبين ﴾ [سورة الأنبياء: ۴۷]

''اور ہم قیامت کے دن ٹھیک ترازو رکھیں گے پھر کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور جورائی کے دانے کے برابر (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو بھی (تولنے کے لئے) حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں''۔

مزید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿والوزن يومئذ الحق فمن ثقلت موازينه فأولئك هم المفلحون ☆ ومن خفت موازينه فأولئك الذين خسروا أنفسهم بما كانوا بآياتنا يظلمون ﴾ [سورة الأعراف: ۸ ـ ۹]

''اس دن ٹھیک وزن ہوگا۔ پھر جن کے ترازو بھاری ہوئے وہی لوگ کامیاب ہیں اور جن کے ترازو ہلکے پڑ گئے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مان کر اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا''۔

اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(الطهور شطر الإيما ن والحمد لله تملأ الميزان) [مسلم شریف]

''طہارت و پاکیزگی ایمان کا ایک حصہ ہے اور ''الحمدللہ'' میزان کو پر کرتا ہے''۔

نیز فرمایا:

(يوضع الميزان يوم القيامة فلو وزن فيه السمٰوات و الأرض

لو سعت) [مستدرک حاکم]

"قیامت کے روز ترازو رکھا جائیگا، پس اگر اس میں آسمانوں اور زمین کو تولا جائے تو وہ (ترازو) اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگا"۔

۹۔ پل صراط

ہم پل صراط پر بھی ایمان لاتے ہیں، وہ ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر قائم ہوگا، وہ ایک دہشت ناک اور خوفناک گزرگاہ ہوگی، لوگ اس کو عبور کرکے جنت میں جائیں گے، پھر ان میں سے بعض پلک جھپکنے کی مانند گزریں گے، بعض بجلی کی مانند، بعض ہوا کی مانند، بعض پرندے کی مانند، بعض عمدہ گھوڑوں کی مانند، بعض تیز دوڑنے کی مانند، بعض آہستہ دوڑنے کی مانند، بعض پیدل چلنے کی مانند اور پھر سب سے آخر میں بعض ایسے ہونگے جو گھسٹ گھسٹ کر گزریں گے، یہ سب اپنے اعمال کے مطابق گزریں گے حتیٰ کہ وہ آدمی جس کا نور اس کے پاؤں کے انگوٹھے کے برابر ہوگا وہ بھی گزر جائیگا، اور ان میں سے بعض کا نور اچک لیا جائیگا تو وہ جہنم میں گر پڑیں گے، اور جو کوئی پل صراط سے گزر جائیگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس (پل) کو سب سے پہلے عبور کرنے والے ہمارے پیارے نبی محمد صلی علیہ والہ وسلم ہونگے، پھر آپ کی امت، اس دن سوائے رسولوں کے کوئی کلام نہیں کرے گا، اس دن رسولوں کی بھی یہی پکار ہوگی (اللھم سلم سلم) اے اللہ! (ہمیں) بچالے (ہمیں) بچالے، اور جہنم پر پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے ہیں جن کی مقدار کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ (کانٹے) جسے اللہ چاہے گا اسے اس کی مخلوق میں سے اُچک لیں گے۔

پل صراط کے اوصاف

وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک، وہ ایسی پھسلنے کی جگہ ہوگی جہاں پر کسی کے قدم نہ ٹھہریں گے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ ٹھہرا دیں اور وہ تاریکی میں نصب ہوگا، نیز امانت اور قرابت داری کو بھیجا جائیگا وہ دونوں پل صراط کی دونوں جانبوں پر کھڑی ہو جائیں گی تا کہ وہ گواہی دیں کہ کس نے ان کی حفاظت کی اور کس نے ان کو ضائع کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وإن منكم إلا واردها كان على ربك حتما مقضيا ☆ ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا﴾ [سورة مريم: ۷۱، ۷۲]

''تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردِگار کے ذمہ قطعی، فیصل شدہ امر ہے، پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے''۔

اور آپ صلی علیہ والہ وسلم کا بھی فرمان ہے:

(ويضرب الصراط بين ظهراني جهنم فأكون أنا وأمتي أول من يجيزه) [مسلم شريف]

''پل صراط جہنم کے عین وسط میں لگایا جائیگا، اسے سب سے پہلے عبور کرنے والے میں اور میری امت ہونگے''۔

نیز فرمایا:

(ويضرب جسر جهنم ...... فأكون أول من يجيزه، ودعاء الرسل يومئذ اللهم سلم سلم)

''اور جہنم پر پل قائم کیا جائیگا جسے سب سے پہلے میں عبور کروں گا، اور اس دن تمام رسولوں کی یہ پکار ہوگی اے اللہ! سلامتی عطا فرما، اے اللہ! سلامتی عطا فرما''۔

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ

(بلغني أن الجسر أدق من الشعر وأحد من السيف) [مسلم شریف]

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(وترسل الأمانة والرحم فتقوم على جنبي الصراط يمينا وشمالا، فيمر أوّلكم كالبرق ...... ثم كمر الريح، ثم كمر الطير وشد الرجال، تجري بهم أعمالهم، ونبيكم قائم على الصراط يقول: رب سلم سلم، حتى تعجز أعمال العباد، حتى يجيء الرجل فلا يستطيع السير إلا زحفا، قال وعلى حافتي الصراط كلاليب معلقة مأمورة بأخذ من أمرت به فمخدوش ناج ومكدوس في النار) [مسلم شریف]

''امانت اور قرابت داری دونوں کو بھیجا جائیگا وہ دونوں پل صراط کی دونوں جانب دائیں اور بائیں طرف کھڑی ہوجائینگی، تم سے سب سے پہلے گزرنے والا ل بجلی کی مانند گزرے گا...... پھر ہوا کی مانند، پھر پرندے کے گزرنے کی مانند، پھر تیز دوڑنے کی مانند، ان کو ان کے اعمال لے کر چلیں گے اور تمہارا نبی راستے پر کھڑا پکار رہا ہوگا، اے میرے پروردگار (میری امت کو) محفوظ فرما، (میری امت کو) محفوظ فرما، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال (اسے عبور کرنے سے) عاجز آجائیں گے، پھر ایک آدمی آئیگا جو چلنے کی ہمت نہ رکھتا ہوگا مگر رینگتے ہوئے، آپ نے فرمایا: راستے کی دونوں

طرف میں آنکڑے لگے ہوئے ہیں جنہیں بعض لوگوں کو پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، الہذا بعض لوگ کچھ خراشوں کے باوجود نجات پا جائیں گے اور بعض لوگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے“۔

۱۰۔القنطرۃ (پل)

ہم یہ بھی ایمان لاتے ہیں کہ مومنین جب پل صراط عبور کر جائیں گے تو انہیں ایک پل پر ٹھہرایا جائیگا، یہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ ہے یہاں صرف انہی ایمانداروں کو ٹھہرایا جائیگا جو پل صراط عبور کر چکے ہیں اور جہنم سے نجات پا چکے ہیں یہ وقوف اس لئے ہوگا تا کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ان کا بعض، بعض سے بدلہ لے لے، جب وہ پاک، صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائیگی۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(یخلص المؤمنون من النار فیحبسون علی قنطرۃ بین الجنۃ والنار، فیقتص لبعضھم من بعض مظالم کانت بینھم فی الدنیا حتی إذا ھذبوا ونقوا أذن لھم فی دخول الجنۃ، فو الذی نفس محمد بیدہ لأحدھم أھدی بمنزلۃ فی الجنۃ منہ بمنزلۃ کان فی الدنیا) [بخاری شریف]

”مومن جہنم سے خلاصی پائیں گے تو انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائیگا، ان کے بعض کیلئے بعض سے مظالم (بغیر حق کے کسی کی لی ہوئی چیز) کا قصاص لیا جائے گا جو ان کے درمیان دنیا میں تھے یہاں تک کہ جب وہ پاک صاف کر دیئے جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائیگی، قسم

ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی علیہ والہ وسلم کی جان ہے ان میں سے ہر ایک جنت میں اپنی منزل کو بہ نسبت دنیا والی منزل کے زیادہ جاننے والا ہوگا"۔

۱۱۔ جنت و دوزخ

ہم یہ بھی ایمان لاتے ہیں کہ جنت اور دوزخ برحق ہیں، اور وہ دونوں موجود ہیں کبھی فنا اور ختم نہ ہونگی اور اہل جہنم کا عذاب جن پر اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمیشہ رہنے کا حکم لگادیا ہے، وہ بھی کبھی ختم اور منقطع نہ ہوگا۔

توحید پرست شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اور اللہ ارحم الراحمین کی رحمت سے انہیں اس (جہنم) میں سے نکال لیا جائیگا۔

جنت وہ ایک باعزت گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پرہیز گاروں کے لئے تیار کر رکھا ہے، اس میں نہریں جاری ہیں، بلند و بالا مکان اور خوبصورت بیویاں ہیں، اس میں وہ کچھ ہے جس کی نفس چاہت کریں اور آنکھیں لذت محسوس کریں ان چیزوں کی خاصیت یہ ہے کہ انہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، (ان کے متعلق) کسی کان نے نہیں سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آیا ہے، اس کی نعمتیں کبھی فنا اور ختم نہ ہونگی، وہ اس میں بغیر انقطاع کے ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اس میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے پائی جائیگی اور اس کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ایماندار اپنی آنکھوں سے حقیقی طور پر اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہونگے۔ جبکہ

کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونگے، جو کوئی ایمانداروں کیلئے ان کے رب کے دیدار کی نفی کرتا ہے گویا کہ اس نے مومنوں اور کافروں کو اس محرومیت میں برابر کردیا ہے۔

جنت میں سو درجے ہیں، ایک درجے سے دوسرے درجے کے مابین اس قدر مسافت ہے جیسے آسمان اور زمین کے مابین ہے، سب سے اعلیٰ درجے کی جنت فردوس اعلیٰ ہے اس کی چھت اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، اس کے آٹھ دروازے ہیں ہر دروازے کے دونوں کونوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے جیسے مکہ اور ہجر کے درمیان ہے، اس پر ایک دن ایسا آئیگا جب وہ رش سے بھرا ہوا ہوگا اور سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی کا یہ مرتبہ ہوگا کہ اسے دنیا اور اس کی دس گنا مثل سے نوازا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ کا جنت کے متعلق فرمان ہے:

﴿أعدت للمتقین﴾ [سورة آل عمران: ۱۳۳]

''وہ پرہیز گاروں کیلئے تیار کی گئی ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا جنتیوں کی ہمیشگی اور ان کے عدم فنا کے بارہ میں فرمان ہے:

﴿جزاؤهم عند ربهم جنت عدن تجری من تحتها الأنهار خلدین فیها أبدا رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشی ربه﴾ [سورة البینة: ۸]

ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ بدلہ ہے اس کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈر گیا''۔

دوزخ وہ ایک عذاب کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور نافرمانوں کیلئے تیار کیا ہے، اس میں سخت عذاب اور قسم ہا قسم کی سزائیں ہونگی، اس کے داروغے سخت دل، مضبوط قسم کے فرشتے ہیں، کافر اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان کا کھانا تھور کے درخت سے اور ان کا پینا گرم کھولتے ہوئے پانی سے ہوگا اور دنیا کی آگ حرارت میں جہنم کی آگ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے، پس اسے (جہنم کی آگ کو) دنیا کی

آگ سے اُنہتر گنا زیادہ بڑھایا گیا ہے، اس کے تمام اجزا حرارت میں دنیا کی آگ کے مانند ہیں یا اس سے بھی زیادہ تیز ہیں۔

اور یہ آگ ان لوگوں سے نہیں اکتائے گی جو اس میں ڈالے جائیں گے اور اس کی گہرائی میں پھینکے جائیں گے، بلکہ وہ پکارے گی کہ کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے، اور اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے ان (لوگوں) میں سے ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جہنم کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿أعدت للكافرين﴾ [سورة آل عمران: ۱۳۱]

''وہ تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا جہنمیوں کی ہیشگی اور اس کے عدم فنا کے بارہ میں ارشاد ہے:

﴿إن الله لعن الكافرين و أعدلهم سعيرا ☆ خلدين فيها أبدا﴾

[سورة الأحزاب: ۶۴، ۶۵]

''اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے''۔

۳۔ آخرت پر ایمان لانے کے ثمرات

آخرت پر ایمان لانے کے بڑے عظیم ثمرات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ثواب حاصل کرنے کی امید کرتے ہوئے اطاعت و فرمانبرداری کی رغبت اور اس پر حرص کا پیدا ہونا۔

۲۔ اس (آخرت کے) دن کے عذاب سے ڈرتے ہوئے نافرمانی کرنے یا اس پر راضی ہونے سے خوف کا پیدا ہونا۔

۳۔ ایماندار کو آخرت کی نعمتوں اور اس کے ثواب کی امید ان چیزوں سے تسلی کا باعث ہے جن سے وہ دنیا میں محروم رہتا ہے۔

۴۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لانا یہ فرد اور معاشرے کی خوش بختی و سعادت کا بنیادی سبب ہے، کیونکہ جب انسان یہ ایمان لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مخلوق کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کریگا، ان کا محاسبہ کرے گا، ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دیگا اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا حتیٰ کہ حیوانات سے بھی، تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر استقامت حاصل ہوگی، برائی کی جڑ ہی ختم ہو جائیگی، معاشرے میں خیر ہی خیر ہوگا اور پھر بھلائی، چین اور اطمینان کا دور دورہ ہوگا۔

چھٹا رکن

قدر (تقدیر) پر ایمان لانا

ا۔ قدر کی تعریف اور اس پر ایمان لانے کی اہمیت

قدر: اس تقدیر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم اور اپنی حکمت کی بناء پر کائنات کیلئے مقرر فرمائی ہے، اس کا مرجع اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

اس (تقدیر) پر ایمان لانا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان میں سے ہے اور یہ ایمان کے ان ارکان میں سے ایک ہے کہ جن کے بغیر ایمان مکمل اور درست نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إنا كل شيء خلقنه بقدر﴾ [سورة القمر: ۴۹]

''بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(كل شيء بقدر حتى العجز والكيس أو الكيس والعجز)

''ہر چیز تقدیر کے ساتھ (واقع ہوتی) ہے یہاں تک کہ عجز ودانائی بھی یا دانائی وعجز بھی''۔

۲۔ تقدیر کے مراتب

تقدیر پر ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کے چاروں مراتب پر مکمل طور پر ایمان نہ لایا جائے۔ اور وہ یہ ہیں:

۱۔ اللہ کے ازلی (ہمیشہ رہنے والا) علم پر ایمان لانا جو کہ ہر چیز پر محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ألم تعلم أن اللہ یعلم ما فی السماء والأرض إن ذلک فی کتاب إن ذلک علی اللہ یسیر﴾ [سورة الحج: ۷۰]

''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے''۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر جو تقدیریں لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہیں ان پر ایمان لانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ما فرطنا فی الکتاب من شیء﴾ [سورة الأنعام: ۳۸]

''ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

(کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل أن یخلق السمٰوات والأرض بخمسین ألف سنة) [مسلم شریف]

''اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تقدیروں کو آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تحریر فرمایا دیا تھا''۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقوع پذیر ہونے اور اس کی قدرت کے (ہر چیز کو شامل ہونے پر ایمان لانا۔

فرمان الٰہی ہے۔

﴿وما تشاء ون إلا أن یشاء اللہ رب العٰلمین﴾ [سورة

التكوير: ۲۹]

''اورتم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے''۔

نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ (ما شاء الله وشئت) ''جو آپ چاہیں اور اللہ چاہے''۔

(أجعلتني لله ندا بل ما شاء الله وحده) [مسند أحمد]

''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے بلکہ (کہو) ما شاء اللہ وحدہ یعنی جو اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے''۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کا خالق ہونے پر ایمان لانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الله خالق كل شيء وهو على كل شيء وكيل﴾ [سورة الزمر: ۶۲]

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿والله خلقكم وما تعملون﴾ [سورة الصافات: ۹۶]

''اور اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا ہے''۔

نیز آپ صلی علیہ والہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

(إن الله يصنع كل صانع وصنعته) [بخاری شریف]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی ہر کاریگر اور اسکی کاریگری کو پیدا فرمایا ہے''۔

۳۔ تقدیر کی قسمیں

ا۔ تمام کائنات کی عمومی تقدیر: اور یہ وہی تقدیر ہے جو آسمانوں وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی تھی''۔

ب تقدیر عمری: اس سے مراد ان امور کی تقدیر ہے جو انسان پر روح پھونکے جانے سے لے کر اس کی زندگی ختم ہونے تک چلتے ہیں۔

ج۔ تقدیر سنوی: اس سے مراد ان امور کی تقدیر ہے جو سال بھر چلتے ہیں اور یہ ہر سال لیلۃ القدر کو ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فیها یفرق کل أمر حکیم﴾ [سورة الدخان: ۴]

''اسی رات (شبِ قدر) میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے''۔

د۔ تقدیر یومی: اس سے مراد ان امور کی تقدیر ہے جو ہر روز واقع ہوتے ہیں جیسا کہ عزت وذلت، عطاء ومنع، زندگی اور موت وغیرہ۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یسئله من فی السموات والأرض کل یوم هو فی شأن﴾ [سورة الرحمٰن: ۲۹]

''سب آسمان وزمین والے اسی سے مانگتے ہیں، ہر روز وہ ایک شان (کام) میں ہے''۔

۴۔ تقدیر کے بارے میں عقیدۂ سلف

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق، رب اور مالک ہے، اس نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں مقرر فرما دی تھیں، ان کی موت کے اوقات، ان کا رزق اور ان کے اعمال مقرر کر دیئے تھے اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ وہ خوش نصیبی اور بدبختی میں سے کس طرف پلٹیں گے، سو ہر چیز اس نے واضح کتاب میں ضبط کر رکھی ہے۔

پس جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا، جو کچھ

ہو چکا ہے، جو کچھ ہونے والا ہے اور جو نہیں ہوا، اگر ہوتا تو کیسے ہوتا وہ سب کچھ جانتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے، نیز بندوں کیلئے بھی مشیت اور قدرت ہے جس کے ذریعے وہ کام سر انجام دیتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو طاقت وہمت عطا کی ہے (لیکن) یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و چاہت کے بغیر بندوں کی کوئی مشیت و چاہت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾ [سورة العنكبوت: ٦٩]

''اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہوں کی راہنمائی ضرور کریں گے''۔

اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں اور ان کے افعال کا خالق ہے جب کہ حقیقت میں وہی اس کے کرنے والے ہیں، لہٰذا اگر کسی نے واجب کو ترک کیا یا حرام کا ارتکاب کیا تو اسے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں، بلکہ پوری حجت اسی کو بندوں پر حاصل ہے، تقدیر کو مصائب پر حجت بنانا جائز ہے، لیکن گناہوں پر نہیں، جیسا کہ نبی أکرم صلی علیہ والہ وسلم کا موسیٰ اور آدم علیہما السلام کے جھگڑے کے بارے میں فرمان ہے:

(تحاج آدم وموسیٰ، فقال موسیٰ: أنت آدم الذی أخرجتک خطیئتک من الجنة، فقال له آدم: أنت موسیٰ الذی اصطفاک الله برسالاته وبكلامه ثم تلومنی علی أمر قد قدر علي قبل أن أخلق فحج آدم موسیٰ) [مسلم شریف]

''آدم اور موسیٰ علیہما السلام آپس میں جھگڑ پڑے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ وہی آدم ہیں جنہیں ان کی غلطی نے جنت سے نکال دیا تھا، تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنی کلام کیلئے منتخب فرمایا پھر بھی آپ مجھ کو ایک ایسے معاملے پر ملامت کر رہے ہیں جسے میری تخلیق سے قبل ہی میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا، چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے''۔

۵۔ بندوں کے افعال

اللہ تعالیٰ اس کائنات میں جو افعال پیدا فرماتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوقات میں جو اپنے افعال جاری فرماتے ہیں، ان میں کسی کو کسی قسم کی مشیت اور اختیار حاصل نہیں، بلکہ صرف مشیت وچاہت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، جیسا کہ زندہ کرنا، مارنا، بیمار کرنا اور صحت عطا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿واللہ خلقکم وما تعملون﴾ [سورۃ الصافات: ۹۶]

''اور اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے عملوں کو پیدا فرمایا ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿الذی خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم أیکم أحسن عملا﴾ [سورۃ الملک: ۲]

''(اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے''۔

۲۔ وہ افعال جنہیں ارادہ رکھنے والی تمام مخلوق سر انجام دیتی ہیں، وہ (افعال) ان کے کرنے والوں کے اختیار اور ارادے سے ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے یہ اُمور انہیں کے سپرد کر رکھے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لمن شاء منكم أن يستقيم﴾ [سورة التكوير: ۲۸]

''اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے''۔

نیز فرمایا:

﴿فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾ [سورة الكهف: ۲۹]

''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔

وہ لوگ اچھا کام کرنے پر تعریف کئے جاتے ہیں اور برا کام کرنے پر مذمت کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صرف ایسے معاملے پر ہی سرزنش فرمائیں گے جس میں انسان کو اختیار حاصل ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما أنا بظلّٰم للعبيد﴾ [سورة ق: ۲۹]

''اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں''۔

اور پھر انسان اختیاری حالت اور اضطراری حالت کے درمیان فرق کو پہچانتا ہے، کبھی تو وہ سیڑھی کے ذریعے چھت سے اپنے اختیار سے اترتا ہے اور کبھی کوئی اسے چھت سے گرا دیتا ہے، چنانچہ پہلا عمل اختیاری ہے اور دوسرا اجباری وزبردستی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور بندے کے فعل کے مابین جمع کا طریقہ کار

اللہ تعالیٰ ہی نے بندے اور اس کے افعال کو پیدا فرمایا ہے، اسے صاحب ارادہ وقدرت بنایا ہے، بندہ حقیقت میں براہ راست اپنے فعل کا بذات خود کرنے والا ہے۔

کیونکہ وہ صاحب ارادہ بھی ہے اور صاحب قدرت بھی، پس جب وہ ایمان لاتا ہے تو اپنی مشیت وارادے سے اور جب وہ کفر کرتا ہے تو اپنی مکمل مشیت وارادے سے کفر کرتا ہے، جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ:

یہ پھل اس درخت کا ہے اور یہ کھیتی اس زمین کی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہاں پیدا ہوئی ہے (اوراگر یہ کہیں) کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو اس زمین سے پیدا فرمایا ہے، چنانچہ ان دونوں میں کچھ تضاد نہ ہوگا۔

بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شرع اور تقدیر کا معاملہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿والله خلقكم وما تعملون﴾ [سورة الصافات: ۹۶]

''اور اللہ ہی تمہیں اور تمہارے عملوں کو پیدا کرنے والا ہے''۔

مزید فرمایا:

﴿فأما من أعطىٰ واتقىٰ ☆ وصدق بالحسنىٰ ☆ فسنيسره لليسرىٰ ☆ وأما من بخل واستغنىٰ ☆ وكذب بالحسنىٰ ☆ فسنيسره للعسرىٰ﴾ [سورة الليل: ۵-۱۰]

''پس جس نے دیا (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور اچھی بات کی تصدیق کرتا رہا تو ہم بھی اس کے لئے آسانی کو میسر کردیں گے، لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کیلئے تنگی ومشکل کے سامان میسر کردیں گے''۔

۷۔ بندے پر تقدیر کے متعلق واجبات

بندے پر تقدیر کے بارے میں دو واجب ہیں:

۱۔ حسب مقدور کام کے کرنے اور ممنوع کام سے بچنے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے اور اس سے دعا کرے کہ وہ اسے آسانی کے کام میسر فرمادے اور تنگی کے کاموں سے محفوظ فرمالے، اسی پر توکل کرے اسی سے پناہ طلب کرے، بھلائی کے حصول اور برائی کے ترک کرنے پر اسی کا محتاج ہو جائے۔

نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

(احرص علی ما ینفعک و استعن باللہ ولا تعجز، وإن أصابک شيء فلا تقل لو أني فعلت کذا لکان کذا ولکن قل قدر اللہ وما شاء فعل، فإن لو تفتح عمل الشیطان)

''وہ چیز جو تجھے نفع دے اس پر حرص کر، اللہ سے مدد طلب کر اور عاجز نہ بن، اگر تجھے کچھ (مصیبت) پہنچے تو یہ نہ کہہ کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا تھا اور اس نے جو چاہا وہ کر دیا، بے شک لفظ (لو) یعنی اگر کہنا یہ شیطانی عمل کو کھولتا ہے''۔

۲۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ تقدیر میں لکھی چیز پر جزع وفزع نہ کرے بلکہ صبر کا مظاہرہ کرے۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ (سب کچھ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اسے اس پر راضی ہونا چاہئے اور اسے تسلیم کرنا چاہئے اور اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو اسے پہنچنے والی ہے وہ اس سے چوک جانیوالی نہیں ہے اور جو اس سے چوک جانے والی ہے وہ اسے پہنچنے والی نہیں ہے۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

(واعلم أن ما أصابک لم یکن لیخطئک وأن ما أخطأک لم یکن لیصیبک)

"تو جان لے کہ جو تجھے پہنچنے والی ہے وہ تجھ سے چوک جانے والی نہیں ہے اور جو تجھ سے چوک جانے والی ہے وہ تجھے پہنچنے والی نہیں ہے"۔

۸۔ قضاء وقدر پر راضی ہونا

تقدیر پر راضی ہونا لازمی ہے اسلئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہونے کی تکمیل ہوتی ہے، لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور فیصلہ ہر قسم کی بھلائی، عدل اور حکمت سے پُر ہے، جس انسان کا نفس مطمئن ہوگیا (اور اسے یقین ہوگیا) کہ جو اسے پہنچنے والی ہے وہ اس سے چوک جانے والی نہیں ہے اور جو اس سے چوک جانیوالی ہے وہ اسے پہنچنے والی نہیں ہے تو اس کا نفس حیرت، تردد اور پریشانی سے محفوظ ہو جایگا، اس کی زندگی سے بے قراری اور اضطراب ختم ہو جایگا، جو چیز اس سے چھن جائے وہ اس پر غمزدہ نہ ہوگا اور وہ نہ ہی اپنے مستقبل سے خوفزدہ ہوگا بلکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند، خوشگوار اور آسودہ حال ہوگا، پس جسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی محدود ہے اس کا رزق متعین اور معدود ہے تو (وہ سمجھ جایگا) کہ بزدلی اس کی عمر میں اور بخیلی اس کے رزق میں کبھی اضافے کا باعث نہ بنے گی، ہر چیز لکھی ہوئی ہے، لہٰذا (انسان کو چاہئے) کہ جو اسے مصیبت پہنچے اس پر صبر کرے، جو اس نے گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہے اس پر استغفار کرے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے اس طرح وہ حکم کی فرمانبرداری اور مصائب پر صبر دونوں کو جمع کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ما أصابک من مصیبة إلا باذن الله ومن یؤمن بالله یهد قلبه و الله بکل شیء علیم﴾ [سورة التغابن: ١١]

''کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿فاصبر إن وعد اللہ حق و استغفر لذنبک ﴾ [سورۃ غافر: ۵۵]

''پس اے نبی! آپ صبر کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے آپ اپنے گناہ کی معافی مانگتے رہئے''۔

۹۔ہدایت

اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ''ہدایت دلالہ'' یعنی حق اور سیدھے راستے کی راہنمائی کرنا، یہ تمام مخلوق کیلئے ہے اور یہ وہی ہدایت ہے جس پر انبیاء اور ان کے پیروکار بھی استطاعت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وإنک لتھدي إلی صراط مستقیم ﴾ [سورۃ الشوریٰ: ۵۲]

''بے شک آپ راہ راست کی طرف راہنمائی کرتے ہیں''۔

دوسری قسم: ''ہدایت توفیق وتثبیت'' (توفیق دینا اور ثابت قدم رکھنا) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پرہیز گار بندوں کیلئے فضل اور احسان ہے، اور یہ وہ ہدایت ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إنک لا تھدی من أحببت ولکن اللہ یھدی من یشاء ﴾ [سورۃ

القصص: ٥٦]

”آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے“۔

١٠۔ کتاب اللہ میں ارادے کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم: ”ارادہ کونیہ قدریہ“: اس سے مراد (اللہ تعالیٰ کی) وہ مشیت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا، اور یہ قسم جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہے اس کے وقوع کو مستلزم ہے جبکہ محبت، رضا اور پسندیدگی کو مستلزم نہیں، مگر اس وقت جب اس کے ساتھ ارادہ شرعیہ بھی منسلک ہو جائے تو مستلزم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فمن یرد اللہ أن یھدیہ یشرح صدرہ للإسلام﴾ [سورۃ الأنعام: ١٢٥]

”سو اللہ تعالیٰ جس شخص کی راہنمائی کا ارادہ کرلیں تو اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتے ہیں۔

دوسری قسم: ”ارادہ دینیہ شرعیہ“: یہ قسم جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہے اور جن کے متعلق ارادہ کیا گیا ہے سب سے رضا، محبت اور پسندیدگی کو مستلزم ہے لیکن اس کے وقوع کو مستلزم نہیں مگر اس وقت جب اس کے ساتھ ارادہ کونیہ بھی منسلک ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾ [سورۃ البقرۃ: ١٨٥]

”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں، تنگی و سختی کا نہیں“۔

اِرادہ کونیہ مطلقاً عام ہے کیونکہ یہ ارادہ شرعیہ اگر وقوع پذیر ہو جائے تو وہ ارادہ کونیہ بھی ہوتا ہے لیکن ہر ارادہ کونیہ ضروری نہیں کہ ارادہ شرعیہ بھی ہو۔

مثلاً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے میں دونوں ارادے موجود ہیں، جس میں صرف ارادہ کونیہ موجود ہو اس کی مثال ابو جہل کا کفر ہے اور جس میں ارادہ کونیہ موجود نہ ہو لیکن ارادہ شرعیہ موجود ہو تو اس کی مثال ابو جہل کا ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ اگر چہ تقدیر کے اعتبار سے معاصی کا ارادہ فرماتے ہیں اور وہ اس کا ارادہ کونیہ ہوتا ہے لیکن وہ اسے دینی اعتبار سے ناپسند فرماتے ہیں، نہ ہی اس سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا حکم دیتے ہیں بلکہ اس سے نفرت و ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے کرنے سے منع فرماتے ہیں اور اس کے کرنے والے کو وعید دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدر سے ہے جبکہ اطاعات اور ایمان لانا، اللہ تعالیٰ انہیں پسند کرتے ہیں ان کا حکم دیتے ہیں اور ان کے کرنے والے کو ثواب اور اچھے بدلے کا وعدہ دیتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی اس کے ارادے کے بغیر نہیں کی جاتی اور صرف وہی چیز واقع ہوتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿واللہ لا یحب الفساد﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۰۵]

''اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے''۔

۱۱۔ تقدیر کو پلٹنے والے اسباب

اللہ تعالیٰ نے ان تقادیر کیلئے کچھ اسباب رکھے جو انہیں پلٹ دیتے ہیں جیسا کہ دعا، صدقہ، ادویہ اور احتیاط و بچاؤ کی تدابیر کو استعمال کرنا ہے لیکن (یہ بات یاد رکھنی چاہئے) کہ ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہے یہاں تک عجز و دانائی بھی۔

۱۲۔ مسئلہ قدر اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے

تقدیر اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے یہ کہنا تقدیر ہی کی مخفی جانب میں محصور ہے، ان اشیاء کے حقائق سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، نہ ہی ان پر کوئی بشر واقفیت رکھتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا کسی کو گمراہ کرنا، کسی کو ہدایت دینا، کسی کو مارنا، کسی کو زندہ کرنا، کسی کو محروم کرنا اور کسی کو نواز دینا ہے۔

اسی طرح آپ صلی علیہ والہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

(إذا ذكر القدر فأمسكوا) [مسلم شریف]

''جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو (بحث کرنے سے) رُک جاؤ''۔

جبکہ تقدیر کی دوسری جوانب، اس کی عظیم حکمتیں، اس کے مراتب و درجات اور اس کے آثار ان چیزوں کو لوگوں کیلئے بیان کرنا اور ان کی پہچان کروانا جائز ہے، کیونکہ تقدیر بھی ایمان کے ان ارکان میں سے ایک ہے جن کو سیکھنا اور ان کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ایمان کے ارکان بتلاتے ہوئے فرمایا تھا:

(هذا جبريل أتاكم يعلمكم دينكم) [مسلم شریف]

''یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے آئے تھے''۔

۱۳۔ تقدیر کو حجت بنانا

جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا سابقہ علم ایک غیب ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، عاقل و بالغ انسان اس سے غافل ہے، کسی کیلئے بھی اس

میں کوئی حجت نہیں، پہلے جو فیصلہ ہو چکا ہے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کو چھوڑ دینا جائز نہیں، تقدیر نہ تو کسی کیلئے اللہ پر حجت ہے اور نہ ہی مخلوق پر، انسان جو کچھ برائیاں کرتا ہے اگر کسی کیلئے ان پر تقدیر سے حجت بنانا جائز ہوتا تو کبھی بھی ظالم کو سزا نہ دی جاتی، کسی مشرک کو قتل نہ کیا جاتا، کسی پر حد قائم نہ کی جاتی اور کسی کو ظلم کرنے سے نہ روکا جاتا، یہ سب کچھ تو دین و دنیا میں فساد کا باعث ہے جس کا ضرر و نقصان ہر کسی کو معلوم ہے۔

جو بھی تقدیر کو حجت پکڑتا ہے ہم اسے کہتے ہیں کہ تمہارے پاس کوئی علم یقینی تو نہیں ہے کہ تم جنتی ہو یا جہنمی، اگر تمہارے پاس کچھ علم ہوتا تو ہم تمہیں نہ کسی کام کا حکم دیتے اور نہ کسی کام سے منع کرتے، لیکن عمل کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے اور تو بھی جنتیوں میں سے ہو جائے۔

بعض صحابہ کرام سے منقول ہے کہ جب انہوں نے قدر کی حدیثوں کو سنا تو فرمانے لگے کہ

”میں پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ مجاہدہ (کوشش) کرنے والوں میں سے ہوں“۔

نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم سے جب تقدیر کو حجت پکڑنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

(اعملوا فکل میسر لما خلق له، فمن کان من أهل السعادة فسیسیر لعمل أهل السعادة، ومن کان من أهل الشقاوة فسیسیر لعمل أهل الشقاوة، ثم قرأ ﴿فأما من أعطى واتقى ☆ وصدق بالحسنىٰ ☆ فسنیسره للیسرىٰ ☆ وأما من بخل واستغنىٰ ☆ وکذب

بالحسنیٰ ٭ فسنیسرہ للعسریٰ ﴾ [سورۃ اللیل: ۵ ۔ ۱۰]

''تم عمل کرو، ہر ایک جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان کر دیا گیا، جو کوئی سعادتمندوں میں سے ہے اس کیلئے سعادتمندی کے کام آسان کر دیئے جائیں گے اور جو کوئی بدبختوں میں سے ہے اس کیلئے بدبختی کے کام آسان کر دیئے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے: ''پس جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور اچھی بات کی تصدیق کرتا رہا تو ہم بھی اس کیلئے آسانی کو میسر کر دیں گے، لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی اور اچھی بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کیلئے تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے''۔

۱۴۔ اسباب کا استعمال

انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں، ایک تو وہ جس میں معاملہ انسان کے بس میں ہوتا ہے اور وہ اس سے عاجز نہیں ہوتا، دوسرے وہ جس میں معاملہ انسان کے بس سے باہر ہوتا ہے اس سے اسے گھبرانا نہیں چاہیئے، اللہ تبارک وتعالی مصائب کو ان کے واقع ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے، اس کے اس علم نے مصیبت والے کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا، بلکہ وہ تو ان اسباب کی بناء پر واقع ہوئی ہے جن پر اس کا وقوع مرتب تھا اگر اس کے واقع ہونے کا سبب ان اسباب ووسائل کے استعمال میں کوتاہی ہے جو اسے اس مصیبت کے واقع ہونے سے بچانے والے ہیں اور شریعت نے بھی ان وسائل کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر وہ خود اس بات پر ملامت زدہ ہوگا کہ اس نے اپنے نفس کو بچانے اور حفاظت کے طبعی اسباب کو اختیار کرنے میں کوتاہی کی، لیکن اگر اس میں اس مصیبت کو روکنے کی ہمت وطاقت نہیں ہے تو پھر وہ معذور ہوگا۔

لہٰذا اسباب کو اختیار کرنا تقدیر اور توکل کے منافی نہیں بلکہ یہ اسی کا ایک جزو ہے۔

کہنا چاہئے (قدر الله وما شاء فعل) ''اللہ تعالٰی ہی نے تقدیر بنائی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے''۔ اور اس کے واقع ہونے سے قبل انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ مشروع اسباب کو اختیار کرے، اقدار کا دفاع اقدار سے کرے کیونکہ انبیاء کرام نے بھی ان اسباب و وسائل کو اختیار کیا جو ان کو ان کے دشمن سے تحفظ دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں اللہ تعالٰی کی حفاظت اور وحی کی تائید بھی حاصل تھی، رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم جو سید المتوکلین تھے، جن کا اپنے رب پر قوی توکل تھا وہ بھی اسباب کو اختیار کرتے تھے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم﴾ [سورة الأنفال: ٦٠]

''تم ان کے مقابلے کیلئے طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی تاکہ اس سے تم اللہ تعالٰی کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو''۔

نیز فرمایا:

﴿هو الذي جعل لكم الأرض ذلولا فامشوا في مناكبها وكلوا من رزقه وإليه النشور﴾ [سورة الملك: ١٥]

''اس ذات (اللہ تعالٰی) نے تمہارے لئے زمین کو مطیع و پست کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ تعالٰی کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھنا ہے''۔

آپ صلی علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی ہے:

(المؤمن القوی خیر وأحب إلی الله من المؤمن الضعیف وفی کل خیر، احرص علی ما ینفعک واستعن بالله ولا تعجز وإن أصابک شیء فلا تقل لو أنی فعلت کذا لکان کذا وکذا، ولکن قل قدر الله ما شاء فعل، فإن لو تفتح عمل الشیطان) [مسلم شریف]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے، ہر ایک میں بھلائی موجود ہے، جو چیز تجھے نفع دے اس پر حرص کرو، اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو، اگر تجھے کچھ (مصیبت) پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ایسے ہو جاتا، بلکہ یہ کہو اللہ نے ہی مقدر کیا تھا اس نے جو چاہا وہ کر دیا، بے شک لفظ (لو) یعنی ''اگر'' شیطانی عمل کو کھولنے والا ہے''۔

۱۵۔منکرین قدر کا حکم

جس نے قدر کا انکار کیا، اس نے شریعت کے اصولوں میں ایک اصل کا انکار کیا، لہٰذا وہ کافر ہوا۔

بعض علماء سلف رحمۃ اللہ علیہم کا فرمان ہے:

''فرقہ قدریہ (منکرین تقدیر) سے علم کے ساتھ مناظرہ کرو اگر انہوں نے اس کا انکار کیا تو وہ کافر ہو گئے اور اگر اقرار کر لیا تو وہ مغلوب ہوئے اور تم غالب ہوئے''۔

۱۶۔قدر پر ایمان لانے کے ثمرات

قضاء وقدر پر ایمان لانے سے بہترین ثمرات اور اچھے آثار مرتب ہوتے ہیں جو کہ فرد اور امت کی اصلاح پر مشتمل ہیں:

۱۔ اس سے مختلف قسم کی نیک عبادات اور پاکیزہ صفات پیدا ہوتی ہیں: مثلاً اخلاص للہ، اس پر توکل کرنا، خوف ورجاء، اس کے ساتھ اچھا گمان کرنا، صبر، قوت تحمل، ناامیدی

سے جنگ، اللہ پر راضی ہونا، اللہ کے فضل و رحمت پر شکر اور خوشی کو اسی کیلئے خاص کرنا، اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنا، تکبر وغرور کو ترک کرنا، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کے جذبہ کا پیدا ہونا، شجاعت، آگے بڑھنا، قناعت، عزتِ نفس، عالی ہمت، بردباری، معاملات میں پختگی، تنگی و آسانی میں میانہ روی، حسد اور کسی پر اعتراض کرنے سے سلامتی، خرافات و ناحق (افکار) سے عقول کی آزادی، راحتِ نفس اور اطمینانِ قلب کا حصول۔

۲۔ اس پر ایمان لانے سے مومن اپنی زندگی ایک صحیح نہج پر گزارتا ہے، اسے کوئی نعمت تکبر میں مبتلا نہیں کرتی، وہ کسی مصیبت کی بناء پر مایوس نہیں ہوتا اور وہ یقین رکھتا ہے اسے جو تنگی پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ایک آزمائش ہے پھر وہ جزع فزع نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے اور اس پر ثواب کی نیت رکھتا ہے۔

۳۔ اس پر ایمان لانا گمراہی کے اسباب اور برے خاتمے سے بچاؤ کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے دائمی مجاہدے پر استقامت، نیک اعمال کی کثرت، معاصی اور ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچاؤ کا ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ اس پر ایمان لانے سے مومنوں کو اسباب اختیار کرنے مضبوط دل اور یقین تام کے ساتھ سخت تکالیف اور ہولناک امور سے سامنا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

(عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله له خير وليس ذلک إلا للمؤمن، إن أصابته سراء شكر فكان خيرا له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيرا له) [مسلم شریف]

''مومن کا معاملہ کتنا عجیب ہے، اس کا سارا معاملہ اس کیلئے بہتر ہی بہتر ہے اور یہ صرف مومن کیلئے ہے، اگر اسے اچھائی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے پس یہ اس کیلئے بہتر ہے اور اگر اسے تنگی و تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کیلئے بہتر ہے''۔

----------------ختم شد----------------